# حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کے تعلق سے غیر مہدوی علماء مورخین اور مفکرین کے خیالات

# حضرت سید محمد جونپوری کی تحریک
# احیائے دین کی تحریک تھی

معاون مدیر عُبید اللہ بیگ کاروزنامہ حریّت کراچی پاکستان، مورخہ 19 جولائی 1969 ءمیں " ہم سے پوچھئے " کے عنوان کے تحت آنے والے ایک سوال کا جواب:۔

سوال:۔ تاریخ سندھ کی مستند کتابوں میں میراں سید محمد اور انکی تحریک کا بار بار ذکر ملتا ہے۔ ارغون اور عبّاسی خاندان اکثر علماءو مشائخین اور فوجی عہدیدارمیراں سید محمد کے معتقد تھے، ساتھ ہی ایک خاص حلقے کی طرف سے ان کی مخالفت کئے جانے کا بھی ذکر ملتا ہے۔ بَراہِ کرم میراں سید محمد اور ان کی تحریک پر روشنی ڈالیں۔ میں نے کہیں پڑھا ہے کہ یہ جماعت اشتراکیت پر عامل تھی۔۔۔(عبد الوحید کراچی)

جواب:۔ آپ نے جن میراں سید محمد کے بارے میں پوچھا ہے اور ان کی جو تعریف لکھی ہے کہ سلاطینِ وقت علماءمشائخ اور فوجی عہدیداران کے معتقد تھے اور وہ کوئی باضابطہ تحریک چلارہے تھے۔ اس کے مطابق ان میراں سید محمد کو حضرت سید محمد جونپوری ہو نا چاہیئے۔ یہ تمام تعریفیں کےہ علماءو مشائخ اور فوجی عہدیدار، سلاطین اور امراءان کے معتقد تھے۔ صرف ان ہی کی ذاتِ ولاصفات پر صادق آتی ہیں۔ حضرت سید محمد جونپوری سے ایک تحریک بھی منسوب ہے، یعنی "مہدوی تحریک کا اشتراکیت یا اشتراکی نظریات سے کوئی تعلق نہ تھا، البتہ سید محمد جونپوری کے معتقدوں نے ان کا ساتھ دینے کیلئے ساری دینا کو تیج دیا تھا اور فقروفاقہ کی زندگی کو بر ضا ور غبت پسند کرلیا تھا۔

حضرت سید محمد جونپوری کا شمار اولیائے سندھ میں نہیں ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ جونپورمیں متولد ہوئے تھے آپکی تاریخ پیدائش ۴ ۱/ جمادی الاوّل ۸۴۷، ہجری بتائی جاتی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید محمد عبد اللہ اور مادر محترم کا اسم گرامی آمنہ بتایا جاتا ہے، آپ کے دادا بزرگوار سید عثمان سمرقند سے ہجرت کر کے جونپور آگئے تھے۔

حضرت سید محمد جونپوری کا شمار بر صغیر کے بزرگ ترین اولیائے عظام اور مصلحانِ دین میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپکو غیر معمولی ذہانت وفطانت عنایت فرمائی تھی جس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے صرف ۱۲ / بارہ سال کی عمر میں جملہ علوم دینیہ پر مکمل دسترس حاصل کرلی تھی تحصیل علوم سے فراغت پر حضرت سید محمد جونپوری نے وعظ و نصیحت کا سلسلہ جاری کیا۔ ان کے دور میں اسلام میں طرح طرح کی بدعات پیدا ہوگئی تھیں۔ اور لوگ حقیقت اسلام سے ناواقف ہوتے جارہے تھے۔ آپکا انداز بیان اتنا دلکش سادہ اور عام فہم ہوتا تھا کہ معمولی سے معمولی استعداد رکھنے والا انسان بھی آپ کے ارشادات وبیانات سے کلی طور پر مستفیذ ہو سکتا تھا۔ آپکی شخصیت اتنی جاذب اور پر کشش تھی کہ لوگ آپ کے چہرے پر نظر ڈلتے ہی گرویدہ ہو جا تھے، نتیجہ یہ نکالا کہ آپ کا حلقہء درس وھدیت روزبروز وسیع ہوتا گیا۔ اور جو لوگ آپکی دل

پذیر تقریر سنتے تھے وہ آپ کے ارشادات کے مطابق عمل پر راغب ہو تے تھے۔ چنانچہ تاریخ میں مرقوم ہے کہ ایک دن آپکی محفلِ وعظ میں جونپور کا والی سلطان حسین شرقی بھی موجود تھا اور اس کی سیاسی حیثیت گوڑ کے ہندوراجہ (دلپت رائے) کے باجگذار کی تھی سید محمد صاحب نے جب سلطان حسین شرقی کو دیکھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کبھی مغلوب نہیں ہو سکتا، غیر مسلم کی فرمابرداری مسلمان کی شان کے منافی ہے، غیر اسلامی قوت کی اطاعت مسلمانوں کیلئے گناہ ہے مسلمان اور غلامی دومتضاد چیزیں ہیں۔

سلطان حسین شرقی اتنا متاثر ہوا کہ اپنے آقا گوڑ کے راجہ سے لڑنے کیلئے آمادہ ہوگیا۔ اور فوجی تیاریاں شروع کردیں۔ سید محمد صاحب نے بھی اپنے نو مسلم بیراگیوں کی ایک مختصر سی فوج تیار فرمائی اور میدانِ جنگ میں بہ نفسِ نفیس گوڑ کے راجہ کو تہ تیغ کیا۔ کم تعداد اور بے سروسامان مسلمانوں کوگوڑ کی بھاری ہندوفوج پر عظیم الشان فتح حاصل ہوئی۔ اس عظیم فتح کے بعد سلطان حسین شرقی نے سید محمد صاحب کو زرومال اور جاگیروں سے ونوازنا چاہا۔ لیکن آپ نے انکار فرمادیا اور کہا کہ ہم متوکل ہیں ہمیں ان چیزوں سے کیا سروکار اللہ بہتریں پالنے والا ہے ہم کو اسی پر بھروسہ ہے۔

چالیس سال کی عمر میں آپ تبلیغی مہم پر جونپو ر سے روانہ ہوئے داناپور کالپی اور چندیری ہوتے ہوئے آپ چاپانیر پہنچے جہاں سلطان محمود بیگڑھ کی حکومت تھی وہاں آپ کے وعظ و نصیحت کے نتیجے میں سلطان بیگڑھ اور اس کے عمائدین دولت آپ کے معتقد ہو گئے۔ شاہ نظام دالئی جائس یہیں آپ کا مرید ہوا اور تاج و تخت کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ ہو گیا۔ پھر آپ مالوہ کے دارالحکومت مانڈو پہنچے جہاں سلطان نصیرالدین حکمران تھا وہاں بھی ہزاروں افراد نے آپ کے حلقہ ارادت میں شمولیت اختیار کی۔ ان میں سلطان نصیر الدین کا والد سلطان غیاث الدین بھی شامل تھا۔ اگلی منزل خاندیس تھی جہاں سلطان احمد نظام شاہ آپ کا مرید ہوا۔ خاندیس کے قیام کے دوران بیدر اور احمد نگر کے عوام و خواص بھی آپ کے مرید ہوئے اس کے بعد آپ گلبرگہ شریف گئے اور پھر بیجا پور کی بندر گاہ ڈابول سے تین سو ساٹھ ۳۶۰ مریدوں کے ساتھ حج و زیارت بیت اللہ شریف کیلئے سفر اختیار فرمایا۔ واپسی پر دیوبند رکھمبایت ہوتے ہوئے احمدآباد پہنچے جہاں لوگ بڑی کثرت سے آپ کے مرید ہوئے۔

احمدآباد کا قیام ہی آپ کی مخالفت کے دور کا اغازثابت ہوا۔ دنیادار علماءکو آپ کی بزرگ شخصیت کی مقبولیت ایک آنکھ نہ بھائی اور انہوں نے کہنا شروع کیا کہ یہ شخص کوئی نیا دین رائج کرنا چاہتا ہے۔ یہ مخالفت کارگر ہوئی اور آپ کو اپنے بہت سے معتقدوں کے ساتھ احمدآباد چھوڑنا پڑا۔ اور آپ نے بڑلی میں قیام فرمایا۔

بڑلی سے آپ خراسان جانے کا قصد کر کے ٹھٹھہ پہنچے۔ یہ دورسندھ کے عظیم سُمہ بادشاہ جام نظام الدین کا تھا۔ یہاں کے علماءبھی آپ کے مخالفثابت ہوئے۔ اور جام نظام الدین کے کان بھرنے شروع کئے۔

بیان کیاجاتا ہے کہ جام نظام الدین نے اپنے وزیر باتدبیر دریاخان (مبارک خان) کو میراں سید محمدجونپوری کے اخراج پر مقرر کیا۔ دریا خان آپ کی خدمت میں

حاضر ہوا ۔ چہرہ پر نظاڈالتے ہی حلقہ بگوش ہوگیا۔ جام نظام الدین نے یہ خبر پا کر اپنے مرشد حضرت شیخ صدرالدین سے مشورہ کیا لیکن سرزمین سندھ کا یہ جید عالم بھی میراں سید محمد صاحب کے دستِ حق پر بیعت ہوگیا۔ شیخ صدرالدین کے بیعت ہوتے ہی ٹھٹھہہ کی خلقت آپ کے بیعت کے لئے ٹوٹ پڑی۔ "قاضی قاضن" پیر آسات۔ سید محمد اچی الیاس لنگرا مرزا شاہین۔ اور شیخ الیاس ٹھٹھہہ اور مضافات کے چند مشہور بزرگ ہیں، جو آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے۔ اکابر علماءو مشائخ کے طبقے میں آپکی بزرگی کا سکہ جمتے دیکھ کر مخالفین فوج کشی تک پر آمادہ ہوگئے۔ لیکن بہر صورت ایک سال تک ٹھٹھہہ میں مقیم رہے اور پھر سفر پر روانہ ہوئے۔ اسی سفر کے دوران ایک موقعہ پر آپ نے بلندی سے اپنے قافلے پر نظر فرمائی تو دیکھا آپ کے سینکڑوں ساتھی نہایت خراب و خستہ حال میں برہنہ جسم برہنہ پا۔ سروں پر بوجھ اُٹھائے چلے آرے ہیں۔ ان میں بڑے بڑے امیر کبیر، شاہزادے علماءاور عام لوگ سبھی شامل تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر میراں صاحب آبدیدہ ہوگئے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ یہ تمام گروہ میرے ساتھ اس لئے مشقت برداشت کر رہا ہے کہ میں ان کی تجھ تک صحیح رہبری کروں۔ ان کی آرزو پوری فرما۔ غرض اسی طرح سفر کرتے ہوئے آپ قندھار پہنچے۔ جہاں کا حاکم شاہ بیگ نامی ایک ظالم شخص تھا اس نے میراں صاحب اور ان کے ہمرا ہیوں کو تنگ کر نے میں کوئی کسر نہ اٹھارکھی لیکن اسکے معتمدین امیرذوالنون اور ملانور وغیرہ آپکے معتقد ہوگئے یہ شہر ت سن کروالی خراساں سلطان حسین نے علماءکا ایک وفد آپ سے مناظرہ کر نے بھیجا لیکن وہ علماءآپکی تقریر سُنکر کہہ اٹھے کہ ہمارا علم سیدمحمد کے علم کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ سب آپ کے معتقد ہوگئے۔

عالم سفر میں ۲۳ سال گذر چکے تھے آپ بخار میں مبتلا ہو کر ۱۹ / ذی قعدہ ۹۱۰ھ کو واصل بحق ہوئے، آپ نے تر سٹھ ۶۳ / سال کی عمر پائی۔

حضرت سید محمد جونپوری کی تحریک خالصتاً احیائے دین کی تحریک تھی۔ اس کی کامیابی کی سب سے بڑی وجہ آپ کی اپنی بزرگی اور فضائل کے علاوہ تحریک کی نوعیت تھی۔ اس تحریک کو آج یا ان کے بعد کسی بھی نام سے یاد کیا جائے اس کے مقصد کے مشرف سے انکار نہیں کیا جاسکتا ۔ دینی احیاءو تجدید کی ایسی باقاعدہ تحریک ان سے پہلے برصغیر میں کسی نے جاری نہ کی تھی یہی وجہ تھی علماءو مشائخ جو ق در جَوق ان کے حلقہ ارادت میں شامل ہوتے تھے۔ سید محمدصاحب کی تحریک اسی نوعیت کی دوسری تحریکوں کا سبب بنی جن میں سب سے زیادہ اہم حضرت شیخ سید احمد مجددالف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحریک تھی۔

حضرت میراں سید محمد جونپور ہی کی شخصیت اور اسلام کی سربلندی کیلئے ان کی عالی خدمات ان کو فرقہ وارانہ مباحث کا موضوع بننے کی اجازت نہیں دے سکتی یہی وجہ ہے کہ بر صغیرو بیروں برصغیر مسلمان ان کی دل سے عزت کرتے ہیں۔ ان کو اسلام کے سرکردہ مبلغوں، مجددوں اور اولیائے کرام میں شمار

کیا جاتا ہے۔ان سے منسوب حقیقی یاروایتی دعوؤں کوہدف تنقید بنا نے سے احتراز کیا جاتا ہے۔

میراں سید محمد جونپوری سے آج جو طبقہ مہدوی منسوب ہے اس میں اسلام کے جلیل القدر علماءمشائخ اور رہنما پیدا ہوئے ہیں۔ موجودہ مہدوی جماعت میں مسلمانان برصغیر کے جلیل القدر رہنما نواب بہادر یارجنگ مرحوم کا تعلق بھی اسی طبقے سے تھا۔ رحم اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین۔

## ۹۰ سال پہلے کی ایک خبر

درویش پر وفیسر دی وہینٹ سکٹ نے جونپور کے مہدی موعود (جن کے معتقدین کا ایک گروہ حیدرآباد دکن میں ہے)کا تذکرہ لکھا اور شہنشاہ جرمنی کی نذر کیا۔ شہنشاہ نے شکریہ کے ساتھ قبول فرماکرشاہی کتب خانہ میں رکھوادیا۔ مہدویوں کے عقائد پر بہت دلچسپ بحث کی ہے اور چند صوفی فرقوں اور یونان کے فلسفیوں کے اصول سے مقابلہ کیا ہے اور آخر میں ان کو وجود یہ قرار دیا ہے (اخبار افسر مورخہ جون ۱۹۰۱ئ)

اخبار نے بابا ئے اردو ڈاکٹر عبد الحق کی کتاب "چند ہم عصر" صفحہ ۳۰۵ / سے یہ اقتباس لیا ہے۔

---

## مولانا سید ابو الحسن ندوی

دسویں صدی کی سب سے زلزلہ انگیز تحریک۔ تحریک مہدویت تھی جس کے بانی سید محمد جونپوی تھے۔ اگر چہ انکی وفات دسویں صدی کی ابتدا (۹۱۰ہج) میں ہوئی تھی لیکن اس کے اثرات دسویں صدی کی آخر تک باقی رہے۔ غیر جانبدارانہ تاریخی مطالعہ کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے، کہ دوتین صدیوں کے اندر کوئی دینی دعوت اور تحریک اس تحتی براعظم (بشمول افغانستان) میں اتنے وسیع پیمانے اور اتنے گہرے اور طاقتور طریقہ پر مسلم معاشرہ پر اثر انداز نہیں ہوئی جتنی کہ یہ دعوت تحریک موافقت و مخالفت میں معاصر اور بعد کے مورخین و مصنفین نے جو کچھ لکھا ہے اس کے مطالعہ سے ہم ان نتائج تک پہنچے ہیں۔

(۱)سید محمد جونپوی باطنی اور خلقی طور پر ان عالی استعداد اور قوی الباطن لوگوں میں تھے جو زمانہء دراز کے بعد پیدا ہوتے ہیں وہ عنفوان شباب میں ہی بڑے جری و شجاع اپنے ماحول اور دور کے حالات سے غیر مطمئین بے محاباامربالمعروف و نہین عن المنکر اور منکرات شرعی پر زجر و توبیخ کرنے والے تھے اور اسی وجہ سے اسی زمانے میں ان کو اسد العلماءکا خطاب دیا گیا تھا۔ سلوک کی تعلیم شیخ دانیال سے حاصل کی اور شدید ریاضت ومجاہدہ کیا۔ پہاڑوں اور وادیوں میں عرصہ تک گوشہ نشینی اختیار کی اسی دوران کسی سفر میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد بھی متعدد بار مختلف مقامات پر اپنے مہدی موعود ہونے کا اعلان کیا اور اس سے ایمان لانے کی دعوت دی۔

(۲ )وہ کثرتِ ریاضت قوت باطنی اور جذبہء امر بالمعروف کی وجہ سے اعلیٰ درجہ کے صاحب تاثیر تھے۔ ان کی شخصیت و صحبت ان کی گفتگو اور بیان سامعین و حاضرین پر جادو کا اثر رکھتا تھا۔ سلاطین و امراءسے لیکر عوام و خواص تک سب پر بے خودی اور خود فراموشی طاری ہوجاتی تھی۔ اور ان کیلئے بڑے سے بڑے منصوبوں اور جاہ و حشمت کو خیر بادکہہ کے ترکِ دنیا کر کے ان کے ہم رکاب ہو جانا اور اپنے کو ان کے حوالے کردینا آسان ہوجاتا تھا۔ دار الحکومت مانڈومیں یہی غیاث الدین شاہ خلجی کے ساتھ پیش آیا اور یہی چانپانیر گجرات میں محمود شاہ گجراتی پر اثر ہوا ۔ یہی احمد نگر۔ احمدآباد بیدر اور گلبرگہ میں دیکھنے میں آیا ۔ ایک خلقت کی خلقت نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور ہزاروں آدمی ان کے قافلہ میں شامل ہو گئے۔ سندھ کے علاقہ میں بھی ایک شہر آشوب کا منظر نظر آیا اور لوگوں کو تھا منا مشکل ہو گیا۔ قندھار میں بھی ان کے بیان نے قیامت برپا کردی اور حاکم قندھار مرزاشاہ بیک کا ان کیطرف میلان ہوگیا۔

(۳ )ان کی زندگی ترک وتجرید زہد و استغنا قطع ماسوی اللہ کی زندگی تھی اور سفر میں ان کے دائرہ میں اسی زہد و ایثار اور ذکر و عبادت کی فضا نظر آتی تھی۔ کھانا اور ہر چیز برابر برابر کسی کی خصوصیت کا لحاظ کئے بغیر تقسیم ہوتی تھی۔ اور اس میں خود ان کی اور ان کے گھر کے افراد کی رعایت نہیں ہوتی تھی۔ اس فضا سے کوئی نووارد متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔

(۴ )اس دعوت نے متعدد ایسے بے لوث سرفروش و خود فراموش داعی پیدا کر دیئے تھے۔ جنھوں نے کلمۃ الحق عند السلطان جائز، کا فریضہ بڑی شجاعت او رقوت کے ساتھ ادا کیا امر بالمعروف نہی عن المنکر کے سلسلہ میں سخت اذیتیں برداشت کیں اور اس راہ میں ہنسی خوشی جان دی۔ انسان ان کے حالات پڑھ کر متاثر ہوئے اور سید محمد جونپوی کی تربیت اور صحبت کی تاثیر کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

مثال کے طور پر شیخ علا بن حسن البیانوی (شیخ علائی) کے حالات ملاحظہ ہوں۔ جنھوں نے سلطان سلیم شاہ ابن شیرشاہ سوری کے دربار میں دعوت و تذکیر کا فرض انجام دیا اور آداب شاہی اور کورنش کے بجائے سلام مسنون پر اکتفاکیا۔ اور دوسری مرتبہ سفر کی خستگی اور طاعون کی بیماری میں کوڑے کھائے اور اس سے جانبر نہ ہونے پر ان کا جسم ہاتھی کے پاؤں سے باندھ دیا گیا اور لشکر میں اس کو پھرا یا گیا۔ (تاریخ دعوت وعزیمتحصہ چہارم ناشر مجلس نشریات اسلام ناظم آباد کراچی)

## مولوی ذکاءاللہ دہلوی

دسویں صدی کے وسط تک اس جماعت کے اثرات ہندوستان اور افغانستان میں قائم رہے اور دکن میں اس کے پیروؤں کی کئی سلطنتیں قائم ہوئیں دسویں صدی کے آخر میں مہدویوں کی طاقت اور تعداد میں جو اضافہ ہو چکا تھا س کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسماعیل نظام شاہ بن برہان نظام شاہ ثانی کے زمانہ حکومت

(۶۹۹-۸۹۹ھ) جمال خان مھدوی نے جو منصب داران صدہ میں سے تھا۔ احمد نگر میں مہمات شاہی کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی تھوڑے زمانے میںہندوستان کے اطراف و جوانب سے طائفہ مھدویہ جمع ہوگیا جمال کے گرد و پیش دس ہزار کے قریب مھدوی جمع ہو گئے اور اس نے احمد نگر کی سلطنت پر پورا تسلط حاصل کر لیا۔ (تاریخ ہندوستان جلد ۴)

## پروفیسر حافظ محمود شیرانی

سید صاحب کی شان اس میں شک نہیں کہ نہایت اعلیٰ وارفع ہے۔ خودان کے مخالف ان کی بزرگی کو تسلیم کر تے ہیں۔ تمام دسویں صدی میں ان کا نام مخالف و موافق حلقو ں میں گو بختارہا۔ وہ ایک زبردست عالم اور فاضل کامل تھے علوم ظاہری و باطنی میں ان کو کامل دست گاہ تھی ان کی زندگی میں ان کے معتقدین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی تھی۔ نہ صرف عامی و جاہل ان کے حلقہ بہ گوش تھے بلکہ علماءفُضلائ، امراءو شرفاءان کے حلقہ ارادت میں شامل تھے کمالات علمی کے ساتہ ساتہ خدا نے ان کی زبان میں جادو اور بیان میں تاثیر دی تھی۔ ان کی آنکہ میں مسخر کر نے کی بڑی طاقت تھی دشمن بھی ان کے سامنے آکر موم ہوجاتے تھے۔ بحث و مباحثے میں بے نظیر تھے زبردست سے زبردست حریف کو بھی ان کے مقابلے میں اپنی شکست تسلیم کرنی پڑی تھی۔ بایں ہمہ تقدس و ظرافت کی چاشنی سے بھی خالی نہ تھی بلکہ بعض اوقا ت اپنی اس استعداد سے انھوں نے اپنی شکست کو فتح میں بدل دیا ہے۔ ان کے ایک کامیاب ریفارمر اور اعلیٰ مصلح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مہدویت کے علاوہ انہوں نے کوئی بدعت روشناس نہیں کی بلکہ تقویت دین اسلام و اعلاءشریعت رسول صلی اللہ علیہ و سلم سے کام رکھا دین کی بادشاہی کی بجائے اگر کہیں دنیاوی بادشاہت قائم کر نے کا ان کو خیال آجاتا تو آج ہندوستان کی تاریخ میں ایک کی جگہ سادات کی دوسلطنتوں کا حال پڑھتے۔
(اور نٹیل کالج میگزین لاہور ۔ نومبر ۱۹۴۰ئ)

## مولانا غلام رسول مہر

سید محمد جونپوی کی سوانح سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام سندھ کے زمانے میں جن بزرگوں نے سید موصوف سے روحانی فیض حاصل کیا۔ ان میں سے تین خاص طور پر ممتاز تھے۔ ایک مولانا الیاس دوسرے قاضی قاضن اور تیسری مرزاشاہین بکھری غالباً مولوی الیاس وہی ہیں جنھین تحفتہ الکرام نے شیخ الیاس لنگری اور میاں نور محمد خان نے محمد لکھا ہے۔ (تاریخ سندھ صفحہ ۱۳۴-۱۳۵)

سیدمحمد جونپوری کے دعوے مھدیت کی صحت و عدم صحت کے متعلق گفتگو کا یہ محل نہیں اور اس بات میں ردوکد کے جوطو مار فراہم ہو چکے ہین ان پر انتقاد بھی پیش نظر موضوع سے خارج ہے۔ لیکن اس حقیقت کا اعتراف وقت کے اکثر ارباب علم و نظر نے کیا کہ سید موصوف بہت بڑے عالم اورغیورمسلم تھے زہد و

ریاضت میں بھی ان کا مقام بہت بلند تھا۔ وہ جہاں پہنچتے تھے اپنی صحبت سے خاص قسم کی دینی فضا پیدا کردیتے تھے۔ صاحب تحفتہ الکرام نے انہیں سید الاولیاءلکھا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ دعوی مہدیت کی بنا پر مختلف حلقوں میں معتوب ہونے کے باوجود ہر جگہ لوگ ان سے کسب فیض کرتے رہے اور جہاں جہاں ان کے فیض کی روشنی پہنچی اسلامیت نئی شان میں جلوہ گر ہوئی یہی فیض تھا جس نے کلہوڑا خاندان کو گمنامی کی تاریکی سے نکال کر شہرت و ناموری کے اوج پر پہنچایا اور میاں آدم شاہ سے اس خاندان کی تاریخ میں عظمت کا نیادور شروع ہوا۔ (تاریخ سندھ حصہ اول عہد کلہوڑہ ۱۳۷/ ۱۳۸)

## رشید احمد صاحب

سید محمد جونپوری (۸۴۷ہجری تا ۹۱۱ ہجری) سرزمین ہند کے سب سے پہلے قابل ذکر مصلح تھے۔ جنھوں نے اس بر صغیر میں تو ہمّات اور بدعات کے خلاف آواز بلند کی لوگوں کو ہندوانہ رسوم ترک کر کے اسوہٴ صحابہ کو اپنانے کی تعلیم دی۔ مسلمانانِ ہند و پاک کو حقیقی اسلام کی وقفیت آپ ہی کے ذریعہ ہوئی ورنہ قبول اسلام کے باوجود ان میں ہر قسم کی مشرکانہ رسوم کا عام رواج تھا۔ سید صاحب کے بے شمار پیرو تھے۔ اس لئے ارباب حکومت کو خد شہ لاحق ہوا اور انہیں جلا وطن کر دیا گیا۔ بقیہ عمر مختلف اسلامی ممالک میں گزاری جس ملک میں جاتے حصول تعلیم کیلئے خلائق کا زبردست ہجوم ان کے گرد جمع ہو جاتا اور پھر حکومت انہیں اپنے ملک سے نکال دیتی۔ (تاریخ مذاہب ازرشید احمد قلات پبلشرز مستونگ)

## مولانا عبد القادر بدایونی

شیخ بُرہان الدین بڑے زاہد، متوکل، تعلقات سے محض آزاد صاحب استغنا اور گوشہ نشین بزرگ تھے۔ مشہور ہے کہ انھوں نے تین روز میں میاں الہ داد ماری والہ کی صحبت سے جو ایک واسطے سے میراں سید محمد جونپوی کے مرید تھے کسب فیض حاصل کیا اور کمال کے درجہ کو پہنچ گئے مجاہدہ اور ریاضت ایسی سخت کی کہ ایک ہیئت نورانی نظرآتے تھے کالپی میں ایک نہایت تنگ وتاریک حجرہ میں ہمیشہ ذکر و فکر اور مراقبہ مین مشغول رہتے تھے۔ پاس انفاس موافق طریقہ مہدویہ ان کا معمول تھا۔ اگر چہ علوم عربیہ میں سے کچھ نہ پڑھا تھا مگر قرآن کی تفسیر بہت اچھی طرح بیان کر تے تھے۔ کشف القلوب بخوبی حاصل تھا۔

صاحب تصنیف لکھتے ہیں کہ ۹۶۷ھ میں وہ ایک روز مہر علی سلاوز کے ساتھ شیخ برہان الدین کی ملاقات کو گئے مہر علی اگر چہ درویش دوست تھا مگر ظالم اور مردم آزاد بھی تھا۔ اتفاقاً اس نے سوار ہونے سے تھوڑی دیر پہلے اپنے نوکروں کو بہت سی مارپیٹ کی تھی۔ اور فحش گالیاں بھی دی تھی۔ شیخ نے پہلے ہی ملاقات میں یہ حدیث پڑھی"قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ

ویدہ" :۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کو ایذا نہ پہنچے۔ اور اسی تقریب میں بہت سے نکات بیان کئے۔ میر علی سخت نادم ہوا اور عذر خواہی کی۔ دعا کی التماس کے ساتھ نذر پیش کی مگر قبول نہ ہوئی۔

شیخ ممدوح نے سوبرس کی عمر میں ۹۷۰ ھ میں وفات پائی مصنف نے تاریخ وفات یہ لکھی دل گفت کہ شیخ اولیاءبود (منتخب التواریخ صفحہ ۹۳)

شیخ عبد الفتح گجراتی میراں سید محمد جونپوری کے داماد ہیں مگر انہوں نے ان کو دیکھا نہیں۔ یہ قرابت ان کے بعد واقع ہوئی تھی یہ بڑے صاحب جاہ وجلال و حال اور اہل کمال تھے طریقہ مہدویہ پر بڑے ثابت قدم تھے گجرات میں اور مکہ معظمہ میں شیخ گدائی سے ان کی بڑی صحبت رہی تھی بیرام خان ِخاں کے زمانے میں کسی ضروری کام سے آگرہ آئے تھے مگر چند روز میں وہ زمانہ درہم برہم ہوگیا اور شیخ گجرات چلے گئے صاحب تصنیف لکھتے ہیں۔ میں طالب العلمی کے زمانے میں ایک مرتبہ آدھی رات کے وقت مولانا عبد اللہ قندھاری کے ساتھ آگرہ میں جمنا کے دوسرے کنارے پر شیخ بہاءالدین مفتی کے محلہ میں شیخ کی ملاقات کو گیا تھا تنہا حجرہ میں بیٹھے عبادت کر رہے تھے۔ ہم کو دیکھ کر انہوں یہ حدیث پڑھی۔

"لا یقعد قوم یذکرون اللہ الاخفتھم الملائکہ و غشیتھم الرحمة ونزلت علیھم السکنةوذکر ھم اللہ فی من عندہ" :۔ اور اس کا ترجمہ بیان فرمایا اس کا اثر یہ ہوا کہ میں نے بھی یہی ذکر شروع کیا۔ اس وقت مجھ کو عجیب فیض حاصل ہوا کہ قرآن شریف کے معانی کا انکشاف مجھ پرہونے لگا اور مدت تک ایسا اثر رہا کہ جو آوراز میرے کان میں آتی تھی اس کو میں ذکر ہی سمجھتا تھا۔ میں نے ان کے بعض مریدوں کو دیکھا کہ انہوں نے سریش لگا کر اپنے لبوں کو بند کر لیا تھا کہ بے فائدہ گفتگو نہ کریں اور بعضوں نے پھتر یاں منہ میں بھرلی تھیں۔ (منتخب التواریخ صفحہ ۴۱۶)

## مولانا ابوالکلام آزاد تذکرہ

شرح اس اجمال کی یہ ہے کہ اس زمانے میں مہدوی فرقہ کا نیا نیا چر چا تھا، ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور علماءدربار کے لئے اس فرقہ کے قتل و سلب اور تکفیر وتضلیل کا مشغلہ سب سے زیادہ دل پسند اور کا میاب مشغلہ تھا۔ ان لوگوں کو ہر زمانے میں اپنی دلبستگی و حکمرانی کے لئے فرقہ آرائی اور جنگ و قتال مسلمین کا کوئی نہ کوئی مشغلہ ضرور ملنا چاہئے اس وقت کے مناسب حالی اس سے بڑھ کر اور کوئی مشغلہ نہیں ہو سکتا تھا۔

لیکن میراخیال ہے کہ اس کی بنیاد صداقت حق پرستی پر پڑی تھی۔ یعنی دعوت و تبلیغ حق واحیاءشریعت و قیام فرض امر بالمعروف و نہیں عن المنکر اس کا مقصد

اصلی تھا اور خود سید محمد اور ان کے پیروں کی پہلی جماعت کے اکثر بزرگ بڑے ہی پاک نفس اور خدا پرست لوگ تھے،

سید محمد جونپورکے رہنے والے تھے ۸۴۷ہجری میں پیدا ہوے ان کے اشد شدید مخالف بھی معترف ہیں کہ علوم رسمیہ کے ساتہ زہد و درویشی اورورع و تقویٰ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے شیخ علی متقی کہ سید کے معاصر اور سخت مخالف ہیں اور ان کے رد میں رسالہ لکھا ہے، تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا ابتدائی عہد کمال زہد و تقشف اور استغراق اور استہلاک باطنہ میں گذرا ۔ سات سال تک یہ حال رہا کہ پے در پے روزہ رکھتے اور تنِ تنہا ایک گوشے میں پڑے رہتے۔ اسی اثنا میں ان پر ایک سانح وارد ہوا اور معلوم ہوا کہ ‘‘انت المھدیٰ’’ کی صدا آرہی ہے برسوں تک متامل رہے اور جب پے در پے یہی معاملہ پیش آیا تو اپنے مہدی ہونے کا اعلان کیا۔ نویں صدی کا وہ زمانہ جواکبر سے پہلے گزرا ہندوستان میں سخت بدامنی اور طوائف الملو کی کازمانہ تھا۔ روز روز بادشاہتیں بنتی اور بگڑتی تھیں اور کوئی مرکزی حکومت باقی نہیں رہی تھی۔ جو احکام شرع کے اجراءو قیام کی ذمہ دار ہوتی علماءحقانی بہت کم تھے اور علماءدنیا ہر طرف پھیلے ہوئے تھے۔ دنیا طلبی اور مکرو زور کی گرم بازاری تھی اور سب سے زیادہ یہ کہ جاہل صوفیوں کی بدعات و منکرات نے ایک عالم کو گمراہ کر رکھا تھا یہ حال دیکہ کر سید موصوف نے احیاءشریعت اور قیام امر بالمعروف کا غلغلہ بلند کیا اور لوگوں سے کہا کہ اب نہ کسی مجاہدہ کی ضرورت ہے اور نہ ذکر و شغل کی۔ سب سے بڑا مجاہدہ یہی ہے کہ خلق اللہ کو سیدھی راہ پر لگاو اور احکام شرعیہ کے قیام کی راہ میں اپنی جانیں تک لڑادو عشق کی صداقت اور قلب کی پاکی نے ان کی دعوت و تذکیر میں ایسی تاثیر بخشی تھی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں ہزاروں آدمی حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے اور متعدد سلاطین وقت نے ان سے بیعت کی۔ ان لوگوں کے طور طریق کچہ عجیب عا شقانہ و والہانہ تھے اور ایسے تھے کہ صحابہ کرام کے خصائص ایمانی کی یاد تازہ کرتے تھے عشق الٰہی کی ایک جان سپار جماعت تھی جس نے اپنے خون کے رشتوں اور وطن و زمین کی فانی الفتوں کو ایمان و محبت کے رشتہ پر قربان کردیاتھا اور سب کچہ چھوڑ چھاڑ کر راہِ حق میں ایک دوسرے کے رفیق و غم گسار بن گئے تھے۔ امیر و فقیر اعلیٰ و ادنیٰ سب ایک حال اور ایک رنگ میں رہتے اور بجز خلق اللہ کی ہدایت و خدمت اور احکام شرع کے اجراءو قیام کے اور کسی کام سے واسطہ نہ رکھتے ایک حکم یہ تھا کہ پہلی منزل ہجرت کی ہے جو اس راہ میں قدم رکھے سب سے پہلے چاہیئے کہ قید و طن سے آزاد ہو اور گھر بار چھوڑ کر اپنے برادرانِ طریقت کا ساتھی بن جائے دوسری منزل ترک مال کی ہے۔ پس مال کسی ایک فرد واحد کا نہیں ہو سکتا جس کے پاس جو کچہ ہو اپنے رفیقان طریق میں بانٹ دیئے۔

تیسر منزل ترک جان کی ہے ۔ پس ہر وقت راہِ حق میں سربکف رہو اور اعداوشریعت و حق اگر فرقان و میزان کے آگے نہ جھکیں تو قوت جدید سے کام لو ۔ اور اس میں شک نہیں کہ جتنی باتیں تھیں حق تھیں آگے چل کر نادان معتقدوں نے ان کو کچہ سے کچہ بنا دیا۔

ترک جان و ترک مال و ترک سر

در طریق عشق اول منزل است

یہ تمام حالات ان کے موافقین اور مخالفین سب نے لکھے ہیں۔ مثلاً مخالفین میں شیخ علی متقی، شیخ ابن حجر مکی، شیخ عبد الحق محدّث اور شیخ اسعد مکی وغیرھم اور موافقین میں خود ان کے معتقدین مثلاً خوندمیر شیخ دلاور، شہاب الدین، میاں قاسم اور صاحب شواہد و مطلع الولایت وغیر ہم۔ لیکن معتقدین نے ان امور پر قوانین شرع کا رنگ چڑھادیا مثلاً سید محمد نے تکمیل انقطاع وایثار و محبت کیلئے مال تقسیم کردینے کا حکم دیا تھا ۔ انہوں نے اس کو یہاں تک بڑھایا کہ جب مال سب کا حق ہے تو پھر ورثہ اور ترکہ کیسا؟ عزیز واقارب کو بھی کچھ نہیں ملنا چاہیئے اور پھر اس کو قانونِ توریت کے مقابلے میں ایک قانون شرعی سمجھا۔ مخالفین نے اس کا رد کیا کہ یہ شریعت سے انحراف ہے۔ اس طرح موافق و مخالف دونوں اصلیت سے دور جا پڑے۔ اور دونوں میں سے کسی نے بھی اس مصلح مظلوم کے ساتھ انصاف نہ کیا۔ افسوس کہ یہ معاملہ بہتوں کے ساتھ پیش آیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ دنیا کی تاریخ ہدایت و اصلاح اہم کی گتھیاں اسی سوءفہم اور تاویل و تعبیر باطل کی الجھائی ہوئی ہیں پہلوں نے کچھ کہا تھا اور پچھلوں نے کچھ سمجھا۔ معتقدین نے غلو کیا ار مخالفین نے تعصب و تشدد، اور اس تاریکی میں اصلی حقیقت گم ہو گئی۔ اصحاب طریق و معارف کی باتوں کے سمجھنے کیلئے بھی دل صافی اور فہم مستعدد عالی چاہیئے صرف مدرسوں کی دماغ سوختگی اور تسبیح سجادہ کی دکان آرائی سے یہاں کام نہیں چلتا۔

غرضیکہ علماءسوءاور مشایخ دنیا پرست پرا ن لوگوں کی بے پروہ حق پرستیاں بہت گراں گزریں۔ جو لوگ صداقت پسندتھے ان میں سے بھی بعض غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گئے، نتیجہ یہ نکلا کہ ہر طرف سے مخالفت ہو نے لگی، پہلے تضلیل و تکفیر کا سلسلہ چلا پھر قتل و سلب تک نوبت پہنچی۔ مخالفت کا سبب یہ ہوا کہ یہ لوگ اعلانِ حق میں بڑے ہی بے باک و شدید تھے۔ اورسب سے زیادہ علماءدنیا اور ان کی ہوا پر ستیوں اور غفلتوں پر سرزنش کر تے تھے یہی چیز ہرزمانے میں ہر مصلح کو علماءعہد کی نظروں میں مبغوض بنا دیتی اور مصیبت یہ ہے کہ بغیر اس کے چارہ بھی نہیں جب مخالفت کا بہت زور ہوا تو گجرات چلے گئے سلطان محمود کلاں صورت دیکھتے ہی معتقد ہو گیا۔ لیکن علماءنے وہاں بھی مخالفت کی مجبوراً حجاز و عرب کا رخ کیا۔ وہاں سے ایران گئے، سلطان اسماعیل صفوی کا زمانہ تھا۔ اس نے ہجوم خلائق دیکھا تو نکل جانے کا حکم دیا، ہندوستان کی طرف دوبارہ آرہے تھے کہ فراہ میں انتقال ہو گیا۔

سید موصوف کا معاملہ عجیب ہے اور طرح کی دعاوی و شطحیات ان کی جانب منسوب کئے گئے ہیں معتقدین کی باتیں تو قابل توجہ نہیں کہ لوگ جس کسی کو پیشوا مانتے ہیں اس کو خدا بنائے بغیر نہیں چھوڑتے اور اگر بہت احتیاط کی تو نبوت تک پہنچا کر چھوڑالیکن بعض قریب العہد اور قابل اعتماد راویوں نے بھی اس قسم کی باتیں لکھ دی ہیں کہ اول نظر میں طبیعت کو خلجان ہوتا ہے۔ شاہ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

دراعتقاد سید محمد جونپوری ہر کمالیکہ محمد رسول اللہ ﷺ داشت در سید ، سید محمد رانیز بود، فرق ہمیں است کہ آں جا با صالتہ بود و ایں جا بہ تبعیتہ، تبعیتہ رسول بجائے رسیدہ کہ ہمچوا وشد۔“

اکثر اہل اللہ اور علمائے حق کی نسبت منقول ہے کہ سید محمد جونپوری اور ان کی جماعت سے حسن ظن رکھتے تھے یا اقلاً ان کے بارے میں توقف و سکوت کو کام میں لاتے تھے۔

حضرت شیخ داؤد جہنی دال اور مولانا جمال الدین کی رائے پہلے گزر چکی ہے شیخ وجہیہ الدین گجراتی جو اس وقت کے بہت بڑے عالم تھے اور جن کا تذکرہ اخبار الاخیار اور مآثر المکرام و غیرہ میں موجود ہے ان کے سامنے جب سید موصوف اور ان کے بعض اتباع کی تکفیر کا فتویٰ پیش کیا گیا تو دستخط کر نے سے انکار کر دیا اور کہا کہ جو جماعت دنیا کو چھوڑ کر وقف حق پرستی ہے میرا قلم اس کے مخالفت میں نہیں اٹھ سکتا، شیخ علی متقی نے اگر چہ مہدویہ کے غلو و محدثات کے رد میں رسالہ لکھا لیکن خود سید موصوف کی نسبت لکھتے ہیں کہ کف لسانی اولیٰ ہے۔ شیخ بڈھادانا پوری کہ اس عہد کے استاذالاساتذہ تھے اور سید رفیع الدین محدث کہ بہ یک واسطہ حافظ عسقلانی کے شاگرد تھے اور ان کا حال اوپر گزر چکا شیخ عبد القادر بدایونی ان کی نسبت لکھتے ہیں کہ ”بامہدویہ حسن ظن داشتن“۔

علمائے حق کا تویہ حال تھا مگر علمائے دنیا نے اس جماعت کے استیصال پر کمر باندھی اور سید کی نسبت اعتقاد مہدویہ وغیرہ کو بنیاد تکفیر قرار دیا۔ سید موصوف کے انتقال کے بعد ان کی جماعت زیادہ پھلی پھولی اور بڑے بڑے اہل اللہ اس میں داخل ہوئے۔ازاں جملہ شیخ عبد اللہ نیازی اور ان کے مرید شیخ علائی تھے جنھوں نے بیانہ میں قیام کیا اور اپنے علم و حق اور اخلاص و ایثار فی اللہ کی تاثیر سے سینکڑوں جاں بازوں اور حق پرستوں کو معتقد ومرید کرلیا۔ جو حالات ناطرفدار و معتمد مورخیں نے لکھے ہیں۔ اگر وہ سچ ہیں تو یہ لوگ انسان نہیں تھے ملاءاعلیٰ کے مقدس فرشتے تھے جن کو خدانے اپنی زمین کی طہارت کیلئے آدمیوں کی ہیکل میں بھیج دیا تھا اور جب کبھی دنیا کی سعادت و برکت کے دن آتے ہیں تو خدا زمین کے انسانوں ہی سے آسمانی فرشرتوں کا کام لیتا ہے آسمان کے فرشتے تو کبھی انسانی آبادیوں میں آکر نہیں بسے۔

ملا عبد القادر بدایونی نے منتخب التواریخ اور نجات الرشید میں اور نظام الدین ہروی نے طبقات میں ان لوگوں کے مفصل حالات لکھے ہیں مگر زیادہ تفصیل تذکرۃ الواصلین میں بہ ضمن حالات حضرت شیخ داؤد ملتی ہے۔ اور اس کو پڑھ کر قلب پر ایک عجیب عالم و جد محویت طاری ہوجاتا ہے۔ اور بے اختیار دل چاہتا ہے کہ ساری باتوں کو چھوڑ کر صرف انہی پاکان حق کا ذکر کیجئے۔

صدیاں گزر گئیں عشاقِ حق کے ذکر میں آج یہ تاثیر ہے نہیں معلوم ان کی پاک صورتوں اور پاک صحبتوں کی گیرائیوں اور دلربائیوں کا کیا حال ہوگا۔

شیخ عبد اللہ نیازی اس زمانے کے ایک مشہور پیرطریقت اور شیخ سلیم چشتی کے سربر آوردہ خلفاءمیں سے تھے لیکن بعد کومہدوی ہو گئے اور شیخیت و زہد فروشی کا تمام کاروبار تاراج کر کے درویشی و نامرادی کی وضع اختیار کر لی۔ بیانہ میں شہر سے باہر ایک ویران باغ تھا وہیں مٹی کا جھوپڑا بنالیا اور مقیم ہو گئے۔ اپنے ہاتھ سے پانی بھر تے مٹکے سر پر اٹھا کر لیجاتے اور پیاسوں کو پلاتے اور نماز یوں کو وضو کرادیتے۔ بوڑھے آدمیوں کو دیکھتے کہ بھاری بوج اٹھائے جارہے ہیں تو ان سے چھین کر اٹھالیتے اور کوسوں دوڑتے ہوئے ساتھ چلے جاتے نماز کا وقت آتا تو لکڑہاروں اور سقوں کو جمع کرتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے کسی پیشہ ور کو دیکھتے کہ عذر معاش سے نماز میں شریک نہیں ہوتا تو اپنی کمائی اسکو دیدیتے اور منت وزاری کے ساتھ کہتے کہ جماعت میں شریک ہو کر نماز پڑھ لو وہ پڑ لیتا تو وہ ایسے خوش ہوتے کہ گویا دنیا جہاں کی بادشاہت اس نے دیدی روز بروز یہ حالت بڑھتی گئی یہاں تک کہ عشق خالق اور خدمت خلق کے سوا اور کسی بات سے واسطہ نہ رہا۔ اسی زمانے میںاطراف بہار کے ایک عالی خاندان پیرزادے شیخ علائی تھے کہ علم و فضل ظاہری کے ساتھ شیخیت و صوفیت کی شہرت و شوکت میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتے تھے اور ایکتائی کے دعوے اور بے ہمتائی کے غرور میں ایسے مہیب تھے کہ علم و فضلیت کی بڑی بڑی سرکش گردنوں کو ان کے سامنے بے اختیار جھکنا پڑتا۔ مدتووں طرح طرح کی سخت ریاضتیں کی تھیں۔ عوام و خواص میں ان کے مجاہدات کی دھوم تھی بایں ہمہ نفس پرستی کا یہ حال تھا کہ فقیری کے سجادہ پر فرعونیت کا تاج پہن کر بیٹھتے تھے۔ اور جس عالم و صوفی کی طرف لوگوں کو ذرا بھی مائل پاتے تھے فوراً اپنے مرید وں کی فوج لیکر چڑھ دوڑتے تھے کبھی بحث و مناظرہ کے زور سے کبھی سواعتقاد کے الزام سے کبھی اور حیلہ و بہانہ پیدا کر کے( اور اس گروہ کے پاس مکروحیل کی کیا کمی ہے؟)اس طرح ذلیل و رسوا کردیتے کہ غریب شہر چھوڑنے پر مجبور ہو جاتا۔ ایک دنیادار فاسق اور ایک دنیا پرست عالم میں یہی فرق ہے کہ پہلا اپنی ہوا پرستیوں کو اعتراف فسق کے ساتھ انجام دیتا ہے اور دوسرا دین داری اور احتساب شرعی کی ظاہر فریبی سے شیخ عالائی کا خاندان بھی عرصہ سے بیانہ میں مقیم تھا قضارا ایک دن شیخ نیازی سے مڈبھیڑ ہو گئی ان کا طور و طریق دیکھا تو اور ہی عالم نظرآیا اور پہلی ہی نظر میں گھائل ہو گئے اپنے مریدوں سے کہا کہ خدا پرستی کی اصل راہ یہ ہے۔ آج تک جو کچھ ہم کر تے رہے وہ خدا پرستی کے نام سے نفس پروری اور بت پرستی تھی۔ میں تو اس فقیر بے انوا کا ساتھ دیتا ہوں جس کو اللہ کی طلب ہو میرا ساتھ دے شیخ نیازی سے پوچھا کہ طلب حق کی راہ کیا ہے؟ کہا کہ اپنا سب کچھ لٹا دو اور متاع عجز و شکستگی اور سرمایہ نامرادی وخود فروشی کے سواکچھ باقی نہ چھوڑو۔

اس کے بعد سے شیخ کی حالت ہی دوسری ہو گئی آباءو اجداد کے سجادہ مشیخیت و مسند علم کو مع ان کے تمام سازوسامان غرور وپندار کو تاراج کر کے شیخ نیازی کے ساتھ ہو گئے سامان و اسباب دنیوی میں سے کوئی چیز باقی نہ چھوڑی یاتو خود پرستیوں کا یہ حال تھا کہ اپنے سامنے کسی کو کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے یا اب خاکساری وبے نوائی کا یہ حال ہوا کہ مسلمانوں کی جوتیاں سیدھی کرنے میں

بھی عار نہ تھا جن جن لوگوں سے لڑے جھگڑے تھے ایک ایک کے پاس گئے اور ہاتھ جوڑ جوڑ کر معافیاں مانگیں ۔ رفتہ رفتہ سختی کشاں عشق کی ایک بڑی جماعت شریک حال ہوگئی۔ لوگ گھربار لٹاتے اور ان کے ساتھ آآکر شریک ہو جاتے۔

لوگ بیانہ سے باہر اسی ویران باغ میں رہتے تھے زن و فرزند خویش ویگانہ خانہ و وطن کسی چیز سے لگاؤ نہ تھا۔ کچھ لوگ دن کو نکل جاتے محنت مزدوری کر تے جو کچھ ملتا اس میں سے دسواں حصّہ راہِ خدامیں خرچ کردیتے باقی لے کر شام کو آتے ایک گھرانے کے بھائیوں کی طرح مل جل کر کھالیتے اور اپنے عشق میں مست رہتے۔ کچھ لوگ صبح ہوتے ہی شہر کی راہ لیتے بیماروں کی تیمارداری کر تے کمزوروں اور معذور وں کی روٹی پکادیتے بیوہ عورتوں کا سوداسلف بازار سے لادیتے۔ دوشخصوں میں آپس میں لڑتے دیکھتے تو منتیں کر کے صلح صفائی کرادیتے نہ مانتے تو کہتے کہ ہم کو مار ڈالومگر آپس میں میل ملاپ کرڈالوں۔ استغنا و قناعت کا یہ حال تھا کہ کئی کئی دن گزر جاتے اور کچھ میسر نہ آتا ۔ لیکن دلوں کی بے فکر ی اور چہروں کی خوشحالی دیکھ کر گمان ہوتا کہ ابھی شکم سیر ہو کر اٹھے ہیں۔ بھوک کا بہت غلبہ ہوتا تو نماز شروع کر دیتے اور سلام پھیر کر اٹھتے تو شہنشا ہوں کی بے نیازی چہروں سے ٹپکتی ساتھ ہی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے جوش کا یہ حال تھا کہ معاصی و منکرات کے دیکھنے کی تاب نہیں رکھتے تھے۔ ہر فرد ہمیشہ مسلح رہتا اور جب کبھی کسی فعل منکر کو دیکھتا تو فلیغیرہ بید پر عمل کر کے حکماً روک دیتا اس پر صبر و ثبات کا حال یہ تھا کہ ملا متیں سنتے گالیاں کھاتے فاقے کرتے، زخمی ہوتے مگر اپنے کام سے باز نہ آتے اور کہتے کہ گالیوں میںہمیں وہ مزا ملتا ہے جو تم کو دعاؤں میں نہیں ملتا۔

ان کی جماعت کے ایک شخص کو سات مرتبہ جلاوطن کیا گیا ہر مرتبہ یہی کہتا رہا کہ ایک بار اور کر دیکھو جس ایمان کو جلاوطنی کا خوف متزلزل کردے۔ اس سے بر ہمن کی بت پرستی ہزاردرجہ بہتر ہے۔

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز

اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہوسکا

صبح و شام سب ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھتے اور شیخ علائی قرآن حکیم کی تفسیر بیان کرتے۔ دل کے عشق اور باطن کے سوزوگداز نے ان کے بیان میں کچھ ایسی تاثیر پیدا کردی تھی کہ زبان سے الفاظ تیرونشتر بن کر نکلتے اور سننے والے دل تھام کر رہ جاتے کیسا ہی سیہ باطن اور سنگدل شخص کیوں نہ ہوتا۔ لیکن ان کی زبان سے ایک آیت قرآنی کا وعظ سن کر ایسا خودرفتہ ہوجاتا کہ وہیں کھڑے کھڑے اپنا تمام گھر بارلٹادیتا ۔ ملا بدایونی لکھتے ہیں۔

شیخ علائی رانفس گیرائی موثر چناں بود کہ در وقتِ تفسیر قرآن از دہر کسے کہ مے شنید اکثرے خود دست از کاروبار دینوی بازداشتہ آں صحبت اختیار می کردند ، و ترک خانمان و عیال و اطفال نمودہ و برشدت فقر و فاقہ صبر کردہ، دیگر پیرامون

کسبِ وکار خود نمی گشتند۔ قریب قریب اسی کے طبقات اکبری میں ہے (جلد اول صفحہ۲۹۷)

ہر روز در وقتِ نماز تفسیر قرآن مجید بنوعی می گفت کہ ہر کس کہ درمجلس اوحاضرمے بود اصلابہ کارِ خود نمی رفت، و ترکِ اہل و عیال کردہ داخل دائرہ مہدویہ می گشت "یا ازمعاصئی تائب شدہ مرید می گروید" واگر کشت و زراعت یا تجارت می کردیک وہ صرف راہ خدامی نمود (صفحہ ۲۳۷)

مُلّا بدایونی ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں کہ شیخ نیازی کی صحبت اختیار کر تے ہی اسی فہم و تدبر قرآن کی ایک نئی راہ ان پر کھل گئی تھی۔

معانی قُرآن و نکات و حقائق آں بآسانی بر مکشوف گشت" اور یہ بالکل سچ ہے اب تک قرآن جس قدر پڑھتے پڑھاتے رہے تھے۔ بیضاوی و لغوی ورق گردانی تھی اور محض نقالی و ورق گرادنی سے قرآن کی حقیقت کب کھل سکتی ہے۔ اس کے لئے تو جبریل عشق کے فیضان اور دل دردمند کے الہام کی ضرورت ہے شیخ نیازی کی صحبت نے اسی بنددروازے کو کھول دیا۔

دل میں سماگئی ہیں قیامت کی شوخیاں

دوچار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

مختصر یہ کہ جن پاک ہستیوں کی نسبت خدا نے فرمایا ہے۔( اذ لة علی المومنین اعزة علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولایخافون لومة لا ئم اوراشداءعلی الکلفار رحماءبینھم تراءھم رکعا سجداً یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھم من اثر السجود)یہ گروہ ان کے اخلاق و خضائل کی ہو بہو تصویر تھا۔

تھوڑے ہی عرصے میں ہزاروں خاندان اس گروہ میں داخل ہو گئے تمام گجرات و مالوہ و دکن میں ہرطرف اسی جماعت کا غلغلہ تھا، دینداری وپرہیزگاری کا جوش اس طرح پھیلا کہ شہروں میں نماز کے وقت سناٹا چھاجاتا اور مسجدوں کے سوا کہیں آدمی نظر نہ پڑتا۔ ملا عبد القادر بدایونی نے بچپن میں شیخ علائی کو دیکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ حج کے ارادہ سے نکلے تو سات سو خاندان ساتھ تھے، میرے والدساور گئے اور وہاں شیخ کی زیارت کی۔

ایک ایسے گروہ کو بھلا علماءدنیا اور فقہاءسوءکب چین سے بیٹھنے دے سکتے تھے۔ چوروں اور قاتلوں کو ان لوگوں سے امن مل سکتا ہے مگر مصلحین امت اور عشاق حق کے لئے امن و انصاف سے کہاں؟

مختصر یہ کہ مخدوم الملک نے سلیم شاہ سے فرمان جاری کراکے شیخ علائی کو آگرہ میں طلب کرایا اور اکثر مشاہیر علماءعہد مثلاً سید رفیع الدین محدث اور شیخ ابو الفتح تھا نسیری بھی بحث و مباحثہ کے لئے طلب کئے گئے شیخ علائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ دربار میں پہنچے تو پھٹے پرانے کپڑوں اور فقیرانہ و نامردانہ و ضع وصورت میں درویشوں کی ایک شکستہ حال جماعت تھی۔ لیکن کبر و علوحق کایہ حال تھا کہ صرف سلام مسنون کر کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور تمام دربار پر اس حقارت و بے پروائی سے نظرڈالی گو یا مغرور انسانوں کی جگہ

پتھروں کا ڈھیر ہے۔ یہ خود داری سلیم شاہ پر بہت گراں گزری۔ بحث شروع ہوئی تو سب سے پہلے شیخ علائی نے قرآن حکیم کی چند آیات تلاوت کیں اور ان کی تفسیر کا وعظ شروع کر دیا کہ

جز نغمہ محبت ساز نوانہ دارد

بدایونی لکھتے ہیں کہ وعظ کا مضمون زیادہ ترمذمّت دنیا و حالات آخرہ و داہانت علاءدنیا اور فرائض امراءو سلاطین پر مشتمل تھا اور کچھ ایسا پُر تاثیر ودردانگیز طرز بیان تھا کہ ادھر شیخ کی زبان سے الفاظ نکل رہے تھے۔ ادھر تمام مجمع کی سنگدلی موم کی طرح پگھل رہی تھی! خود سلیم شاہ اور اس کے امراءکا یہ حال ہوا کہ باوجود کمال قسی القلبی و حق فراموشی کے ضبط نہ کر سکے اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

مباحثہ کا رنگ دیکھ کر سلیم شاہ کو یقین ہو گیا کہ تمام علماءبلا وجہ ایک درویش حق پرست کے پیچھے پڑ گئے ہیں، تاہم مجبور تھا۔ رعایا انھی لوگوں کے ہاتھ میں تھی اور معاملہ مذہبی تھا جس میں خود دخل دے نہیں سکتا تھا۔

بڑا جرم شیخ علائی کا یہ تھا کہ جہاں جاتا ۔ ایک دنیا اس کے ساتھ ہوجاتی ہے۔ دکن کی طرف جلاوطن کر کے بھیجا تو وہاں بھی بہار خاں حاکم ہنڈیہ اور اطرافِ دکن کے ہزار ہا آدمی معتقد و مرید ہو گئے۔ شیخ پر موقوف نہیں ہمیشہ داعیانِ حق کا سب سے بڑا جرم شاہان ظلم و جور اور علماءدجل و فساد کی نظروں میں یہی رہا ہے کہ دنیا ان کی طرف کیوں کھینچتی ہے؟۔ مگر افسوس کہ اس جرم سے وہ کسی طرح بینائی رکھنے والا دیکھنے پر مجبور ہے کہ خود اپنی آنکھیں پھوڑ نہیں سکتا اسی طرح علماءحق اعلان و تذکیر حق میں ناچار ہیں کہ خدا کی دی ہوئی زبان کو کاٹ کر پھینک نہیں دے سکتے۔ اور بیانِ حق کا قدرتی خاصہ یہ ہے کہ دلوں میں گھر کرے اور ہر طرف سے انسانوں کو اپنی طرف کھینچ لے۔ ایک داعی حق اور واصل باللہ اگر دنیا سے کہہ بھی دے کہ میرے پیچھے نہ آو۔ جب بھی وہ اسی کے پیچھے دوڑے گی کہ جذب و انجذاب کا قانون الٰہی باطل نہیں ہو سکتا ۔ پھر اگر لوہا مقناطیس کی جانب کھینچتا ہے تو اس میں مقناطیس کا کیا قصور ؟ یہ جرم ہے تو خدا نہ کرے کہ اس پاک جرم کے مجر موں سے کبھی اس کی زمین خالی ہو۔

نظام شمسی کی طرح نظام انسانی کے بھی مرکزو محو رہیں مگر تم کو ان کا حال نہیں معلوم تم کو اجرام سماویہ کا مرکز معلوم کر تے میں جب ہزاروں برس لگ گئے تو نہیں معلوم عالم انسانیہ کے نظام و مراکز کے کشف کیلئے کتنا زمانہ درکار ہوگا۔ تا ہم یہ معلوم رہے کہ ہر عہد دور میں خدا کے چند بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا وجود ستاروں کے مرکز شمسی کی طرح تمام انسانوں کا مرکز محبت اور کعبہ انجذاب ہوتا ہے اور جس طرح نظام شمسی کا ہر متحرک ستارہ صرف اسی لئے ہے کہ کعبہ شمس کا طواف کرے اسی طرح انسانوں کے گروہ اور آبادیوں کے ہجوم بھی صرف اسی لئے ہوتے ہیں کہ اس مرکز انسانیت اور کعبہ ہدایت کا طواف کریں۔ زمین والوں ہی پر موقوف نہیں۔ آسمانوں میں بھی صرف انھی کے ناموں کی پکار ہوتی ہے۔ بخاری کے اس حدیث کو نہیں معلوم تم نے کیا سمجھا حالانکہ وہ تو صرف اسی حقیقت کی طرف ایک اشارہ ہے کہ (اذاحب اللہ العبد قال الجبریل انی

احب فلا ناً ماحیہ فیمہ جبریل۔ ثم ینادی جبریل فی اھل السماءان اللہ قد احب فلا نا فاجرہ۔ فیحبہ اھل السماءثم یضع لہ القبول فی الارض) ۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ میں فلاں بندے کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اس کو دوست رکھو پس جبرئیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبرائیل آسمان والوں میں اس کی منادی کردیتے ہیں پس تمام آسمان والے بھی اس کو چاہنے لگتے ہیں اور اپنا محبوب بنا لیتے ہیں پھر جب آسمان پر اس کی محبوبیت کا اعلان ہوتجاتا ہے تو زمین والوں کے دل بھی اس کی محبت کے لئے کھل جاتے ہیں اور ہر طرف مقبولیت و محبوبیت اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔

بالآخر شیخ علائی کو دوبارہ آگرہ طلب کیا گیا معلوم ہوتا ہے کہ سلیم شاہ نے علماءدار الحکومت خصوصاً مخدوم الملک کی خود غرضیوں اور حسد و عناد کو اس بار ے میں محسوس کر لیا تھا۔ اور سمجھ چکا تھا کہ ان لوگوں کی رائے بے لاگ نہیں ہے۔ اسی لئے اس مرتبہ شیخ بڈھابہاری کے پاس بھجوادیا کہ مشاہیر علماءوقت میں سے تھے اور لکھا کہ جو فیصلہ آپ کا ہواسی پر عمل کیا جائے۔ بدایونی لکھتے ہیں کہ شیخ بڈھانے پہلے تو ایک حق پرستانہ تحریر لکھی جس کا مضمون یہ تھا کہ مسئلہ مہدویت موقوف علیہ ایمان و اسلام نہیں ہے۔ تعین علامات مہدی میں مختلف روایتیں وارد اور سخت اختلاف واقع ۔ صرف اتنی سی بات پر ایک عالم حق کی تعزیر و تکفیر جائز نہیں۔ لیکن افسوس کہ بعد کو دنیا پرستی مانع آئی۔ ان کے لڑکوں نے سمجھا یا کہ آج کل مخدوم الملک کی شیخ الا سلامی ہے۔ اس کے خلاف رائے دینا ٹھیک نہیں اگر اس نے سلیم شاہ سے کہہ کر تم کو اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے آگرہ طلب کرایا تو اس بڑھاپے میں بیکار سفر کی زحمت اٹھاؤ گے یہ بات شیخ بڈھا کے دل پر اثر کر گئی اور پہلی تحریر چاک کر کے دوسرا مراسلہ اس مضمون کا بھیجدیا۔ مخدوم الملک امروز از علماءمحقیقین ست سخن سخن او، فتویٰ فتویٰ اوست“

اسی کی سی کہنے لگے اہل حشر

کہیں پرستش داد خواہاں نہیں

جو لوگ گزر چکے ہیں ان کی نسبت اب کیا کہا جائے کہ ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے علمہا عند ربی فی کتاب۔

مگر غور کرو کہ ہرزمانے میں علماءدنیا کی نفس پرستی اور حق فراموشی کس طرح دنیا کے لئے ایک لعنت رہی ہے۔ اور حیات چند روزہء دنیوی کے عشق و تعبد نے اس طائفہ عبیدُ الدنیا سے کس کس طرح کتمانِ حق کرایا ہے۔ شیخ بڈھا اپنے نفس کے لئے اس کو بڑی ہی اذیت سمجھتے ہیں کہ آگرہ تک سفر کی زحمت گوارا کریں لیکن اگر حق مستور و مظلوم ہو جائے اور اہل حق ہلاک و مقتول ہوں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں دیکھتے کیا نوع انسانی کی کوئی بدتر سے بدتر اور گمراہ سے گمراہ قسم بھی اس سے زیادہ دنیا کو نقصان پہنچا سکتی ہے؟ اور کیا جنگل کا کوئی ڈاکو اور کمین گاہوں کا کوئی رہزن اس سے زیادہ حمیت بشری کے لئے مخدوش و مہلک ہو سکتا ہے؟ اگر علماءکے خصائل کا یہ حال ہے تو اس کے بعد عام الناس کے لئے فسق و عدوان کا کون سا درجہ باقی رہ گیا؟ یہی وہ کتمانِ حق

یعنی حق کو دانستہ چھپانے کی لعنت ہے جو علماءیہود پر چھاگئی تھی اور منجملہ اسباب مغضوبیت یہود ہوئی وان کثیراً من ھم یکتمون الحق و ھم یعلمون۔ اور افسوس کہ یہی حال شبر اور بشیر اور ذراع بذراع اس امت کے علماءسو کا بھی ہوا۔ ان کو بہر حال اپنی گنبد دستار کی تعمیر کے لئے اینٹیں چائیں۔ اگرچہ خانہ شرع کی دیواریں توڑ کر بہم پہنچائی جائیں۔

خانہء شرع خرابست کہ اربابِ صلاح

در عمارت گری گنبد دستار خودانڈ

آج امت کا فاسق سے فاسق گروہ بھی شاید کبھی سچائی کی خاطر کچھ نقصان جان و مال اٹھالے اور اسکو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھے، لیکن مدعیان علم و شیخیت اور زاہد فروشان سجادہء طریقت سے اتنی بھی امید نہیں علماءوقت نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کو عملاً شریعت کے احکام و اجبات سے خارج کر دیا ہے۔ اور یاتو اب یہ لفظ قرآن کی سورتوں میں کبھی نظر آجاتاہے یا صحائف سنت کے ابواب و اوراق میں ۔ حق کی بے کسی و مظلومی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ جنگل میں بھیڑوں اور بکریوں کے لئے چرواہا نظر آجاتا ہے۔ لیکن حق کے لئے کوئی غم گسار و مدد گار نہیں۔

یہ واضح رہے کہ شیخ بڈھا اس زمانے کے اکابر علماءمیں تسلیم کئے جاتے تھے۔ بدایونی لکھتے ہیں کہ شیر شاہ ان کی جو تیاں سیدھی کر تا تھا اور ارشاد قاضی پر ایک عمدہ شرح بھی آپ نے لکھی تھی بایں ہمہ حال یہ تھا کہ جب شیخ علائی شاہی حراست میں ان کے مکان پر پہنچے تو ازاندرون خانہ آواز سرور رساز شنید نذہ بعضے مکارہ طبعی و شرعی دیگر نیز کہ ذکر آن استہجانے صریح دارد، در مجلس او دیدند و بے اختیار امر بالمعروف و نہی عن المنکر کردند”۔ کاش شیخ بڈھا علم نہ پڑھتے۔ ارشاد قاضی کی شرح نہ لکھتے جنگل میں لکڑیاں کاٹتے اور سر پر اٹھا کر بازاروں میں بیچتے۔ مگر حق گوئی سے زبان نہ روکتے تو ہزاروں درجہ اس مولودیت و شیخیت اور شرح نویسی کی زندگی سے زیادہ اللہ کے نزدیک مقرب و محبوب ہوتے ارشادہ قاضی کی شرح قیامت کے دن ان کو نہیں بخشواسکتی۔ مگر حق گوئی کا یک سچا لمحہ عمر بھر کے گناہوں کو محو کر دے سکتا ہے۔

سلیم شاہ کے دل پر شیخ عالائی کی حق پرستی کازخم لگ چکا تھا مگر خود عالم نہ تھا۔ چاہتا تھا کہ اگر ایک عالم حق گو کا سہارا بھی مل جائے تو شیخ کو علماءسو کے پنجوں سے چھڑالے۔ لیکن افسوس کہ سب نفس و دنیا کے پجاری نکلے۔ جب شیخ کا معاملہ مخدوم الملک کے حوالے کردیا۔ شیخ علائی اس وقت بیمار تھے گلے میں ایک بہت بڑا زخم تھا اور بہار تک سفر کر نے کی زحمت نے نیم جان کر دیا تھا مخدوم الملک نے حکم دیا کہ کوڑے لگا ئیں جائیں جلا دے تیسری ہی ضرب لگائی تھی کہ اس شہید حق کی روح پرواز کر گئی۔

ملا عبد القادر بدایونی نے ذاکر اللہ اور سقاہم ربھم شراباً سے تاریخ نکالی کہ ۷۵۹ سال ہجری ہے۔

افسوس کہ مرنے کے بعد بھی ظالموں کو تسکین نہ ہوئی اور اس فنافی الحق کی نعش کے ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو بدَر واحد کے مقتول کفار کے ساتھ بھی نہیں کیا گیا تھا۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ ہاتھی کے پاؤں سے باندھ کر چروایا گیا اور اس کے ٹکڑوں کی تمام لشکر میں تشہیر کی پھر حکم دیا کہ دفن نہ کی جائے اور اس غرض سے پہرہ بٹھادیا گیا۔ سبحان اللہ کاروبارِ عالم کی بوالعجمی اور جہانِ ہزار رنگ کی بو قلمونی یہ ہے حذمت انسانی کا وہ مزدوصیلہ جو دنیا نے ہمیشہ اپنے غم گساروں کو دیا ہے۔ اور یہ ہے عشق حق وشیفتگی صدق کا نتیجہ جو اس ظلم آباد ارضی میں ہمیشہ نیاز مندانِ حق کوملتا ہے۔

سبحان اللہ مکافات و مجازات عمل کا قانون الٰہی کس طرح اس دنیا ہی میں اپنا کام انجام دے رہا ہے۔ اور آخرت کی منزل ابھی باقی ہے۔ لوکانو یعلمون۔ بالآخر ایک زمانہ آیا کہ یہی مخدودم الملک تھے اور یہی ہندوستان مگر پیشوائی و شیخ الاسلامی ایک طرف رہی۔ عزت و آبرو سے اپنا بڑھا پا بھی بسرنہ کر سکے اور عہد اکبری کے نئے نئے مفتیوں کے ہاتھوں وہ وہ

تیں اور خواریاں نصیب ہوئیں کہ بقول بدایونی یوم تُبلی السرائر کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا۔

ملا عبد القادر بدایونی لکھتے ہیں کہ مخدوم الملک کی دولت و تمول کا یہ حال تھا کہ صرف گھر کے صندوقوں میں ہی نہیں بلکہ خاندانی قبروں میں بھی چاندی سونے کی اینٹیں ہی مدفون تھیں۔ الذین یکنزون الذھب والفضتہ اور یہ تمام مال زمانہ شیخ الاسلامی کے غصب و تصرف واکل اموال بالباطل کا اندوختہ تھا۔طرح طرح کے نام نہاد شرعی حیلے بنا رکھے تھے اور ان کی آڑ میں بندگانِ الٰہی کو لوٹتے کھسوٹتے تھے جب عہد اکبری کا نیادور شروع ہوا اور ان کی ہوا اکھڑی تو عجیب عجیب باتیں کھلیں ازاں جملہ یہ کہ باین ہمہ دولت و تمول عمر بھی کبھی زکوٰۃ ادانہ کی۔ زکوٰۃ سے بچنے کے لئے یہ حیلہ گھڑلیا تھا کہ ہر سال کے آخر میں اپنا تمام خزانہ بیوی کے نام ہبہ کردیتے اور وہ ایک سال پورا ہونے سے پہلے ان کے نام بخش دیتی اس طرح حوال کامل دونوں میں سے کسی پر نہ گذرتا کہ اداءزکوٰۃ کی شرط ہے"۔

بدایونی لکھتے ہیں کہ اگر چہ ملا عبد النبی صدر اور مخدوم الملک دونوں ایک ہی تنور کے سوختہ تھے اور صلحاءامت واہل اللہ کی اذیت ومخالفت میں ہم رنگ وآہنگ لیکن دنیا کے عشق نے دونوں میں رقابت کا رشتہ قائم کر دیا تھا۔ اس لئے خود بھی ہمیشہ لڑتے جھگڑ تے رہتے اور آپس کی ٹکریں برابر چلتی رہتیں، نتیجہ یہ نکلا کہ ان آپس کی ٹکڑوں ہی سے دونوں پاش پاش ہو گئے۔ اذاتعارضاتساقطا۔ کسی دوسرے ہاتھ کی ضرورت ہی نہ ہوئی یخربون بیو تھم باید ھم کا منظر نظروں میں پھر گیا اور یہ اس گروہ کا اولین اور لاینفک خاصہ ہے۔ سانپ اور بچھوایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے۔ لیکن علمائے دنیا پرست کبھی ایکجاا کٹھے نہیں ہو سکتے۔ کتوں کامجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے۔ لیکن ادھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور ادھر ان کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے یہی حال ان سگانِ دنیا کا ہے۔

ساری باتوں میں متفق ہو جا سکتے ہیں لیکن دنیا کی ہڈی جہاں سڑ رہی ہو وہاں پہنچ کر اپنے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ ان کا سرمایۂ ناز علم حق نہیں ہے جو تفرقہ مٹاتا اور اتباع سُبل متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراط مستقیم پر چلاتا ہے بلکہ یکسر علم جدل و خلاف ہے۔ نفس پرستی اس کی کثافت کو خمیر دیتی اور دنیا طلبی کی آگ اس کی ناپاکی کے بخارات کو اور زیادہ تیز کر تی رہتی ہے فساق و فجار خرابات میں بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کی تندرستی کا جام صحت پیتے ہیں۔ اور چور اور ڈاکو مل جل کر رہزنی کرتے ہیں مگر یہ گروہ خدا کی مسجد اور زہد و عبادت کے صومعہ و خانقاہ میں بیٹھ کر بھی متحد و یک دل نہیں ہو سکتا اور ہمیشہ ایک دوسرے کو درندوں کی طرح چیر تا پھاڑتا اور پنجہ مارتا رہتا ہے۔ میکدوں میں محبت کے ترانے اور پیار اور الفت کی باتیں سننے میں آجاتی ہیں مگر عین محراب مسجد کے نیچے پیشوائی و امامت کے لئے ان میں سے ہر ہاتھ دوسرے کی گردن پر پڑھتا ہے اور خونخواری کی ہر آنکھ دوسرے بھائی کے خون پر لگی ہوتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے احبار یہود سے فرمایا تھا۔ تم نے داؤد کے گھر کو ڈاکوؤں کا بھٹ بنا دیا ہے۔ ڈاکوؤں کے بھٹ کا حال تو نہیں معلوم لیکن ہم نے مسجدوں کے صحن میں بھیڑیوں کو ایک دوسرے پر غُرّاتے اور خون آشام دانت مارتے دیکھا ہے۔

تذکرۃ الواصلین کی منقولہ عبارت میں یہ بات دیکھ کر بہت سی بے خبر طبیعتوں کو تشویش وحیرانی ہوتی کہ ان بزرگوں نے میرمحمد جونپوری مدعی مہدویت کی ولایت و بزرگی کے اثبات میں کتاب لکھی اور شیخ عبد اللہ نیازی وغیرہ اکابر مہدویہ کے قتل و تکفیر پر مخدوم الملک کی کہ شیخ الاسلام وقت تھے علانیہ مخالفت کی اور اس طرح ایک بد عتی گروہ کا ساتھ دیا۔ لیکن ان تمام حالات کے پڑھنے کے بعد ہر صاحب حق و انصاف اندازہ کر لے سکتا ہے۔کہ یہ گروہ کیساتھ اور اس کے مخالفین علماءدنیا اور مشائخ سوءکا کیا حال تھا؟ اورایک ایسے پاک نفس و پاک عمل اور مصلح عہد گروہ کی حمایت موجب قدح و سوءظن ہے یا ان دونوں بزرگوں کی زندگی کا سب سے بڑا خداپرستانہ وحق شناسانہ کارنامہ؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شیخ جمال الدین اور شیخ داؤد کے علم و عمل اور بزرگی و تقدس کے جو شواہد تاریخ میں موجود ہیں اگر ان میں سے ایک بھی ہمارے سامنے نہ ہوتا اور صرف اتنا ہی معلوم ہوتا کہ انہوں نے مخدوم الملک کی مخالفت اور شیخ نیازی و علائی کی حمایت کی تھی اور میر محمد جونپوری کی توثیف و توفیق میں علانیہ ایک کتاب لکھی تھی تو ان کی بڑی سی بڑی بزرگی اور اعلیٰ سے اعلیٰ عظمت حقانی و عزتِ جاودانی کے لئے صرف یہی ایک واقعہ بس کرتا ہے۔

## مولانا دین محمد وفائی

جس وقت سید محمد سندھ میں وارد ہوئے یہاں کے علماءنے اپنی تمام صلاحیتوں اور قوتوں کو جمع کر کے متحدہ آپ کی مخالفت کی اور حاکمِ وقت جام نندہ کو سید موصوف کے خلاف بھڑکایا اور بہکایا۔ اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ جس وقت سید صاحب ٹھٹہ پہنچے، علماءنے عوام الناس کو آپکے خلاف خوب بھڑکایا اور غلط

باتیں مشہور کر کے آپ کا دانہ پانی بند کروادیا جب آپ ٹھٹھ وارد ہوئے تھے جام نظام الدین نے چاہا کہ بذات خود آپ کا شایان شان استقبال کرے۔ مگر علماءدربار کی شدید مخالفت کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا اور مجبوراً سیر کے بہانے ٹھٹھ سے باہر چلاگیا۔

یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف جام نظام الدین آپ کے استقبال کو نہ جاسکا اور دوسری طرف اس کا منہ بولابیٹا اور دربار کا امیر الامراءدریا خان سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے عقیدتمندوں میں شامل ہوگیا۔

سید صاحب کے معتقدوں اور مریدوں کی صحیح تعداد تاریخ ہی بتلاسکتی ہے۔ پھر بھی سید صاحب کی عقیدتمندی کے متعلق اتنا تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ سلسلہ ایک عرصہ دراز تک چلتا رہا۔ اور اگر بنظر تحقیق دیکھا جائے تو یہ سلسلہ سرزمین سندھ میں آج تک جاری ہے جس طرح میاں آدم شاہ سندھ کے کلہوراہ حاکموں کے مورت اعلیٰ ہیں اسی طرح سید محمد صاحب کے مرید بھی ہیں۔ وہ اس طرح کہ میاں آدم شاہ مرید تھے میاں الیاس لنگراج کے اور میاں لنگراج مرید تھے میاں ابوبکر جتوئی کے اور میاں ابو بکر خلیفہ تھے سید محمد جونپوری کے میاں آدم شاہ کے بعد پیری مریدی کا سلسلہ ان کی اولاد میں چلتا رہا اور ان کی حکومت کے زمانے میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اب تک بھی میاں کی اولاد یہ سلسلہ جاری رکھتی ہے” (رسالہ کراچی)

## مولانا نظام الدین چشتی

مہدویہ جماعت کے اصلاح معاشرے کے کاموں کا تذکرہ طبقات اکبری میں اس طرح کرتے ہیں بازاروں میں اور جہاں کوئی نامشروع بات دیکھتے تو نر می اور آہستگی سے منع کرتے، اس طرح اگر کام نہ چلتا تو قہرو جبر سے اس نامشروع کو روک دیتے ، حال یہ تھا کہ جو حکام شہر ان مہدویوں کے موافق ہوتے وہ ان کی اس کام میں امداد کرتے تھے اور جو حاکم ان کے موافق نہ ہوتا اس میں اتنی جراءت نہ ہوتی کہ ان کا مقابلہ کرتا۔

## پروفیسر حافظ محمود شیرانی

مہدویوں نے نہ صرف روحانی تزکیہ سے ہندوستان کے عوام کی خدمت کی بلکہ ہندوستان کے تمدن بنا نے اور سنوار نے بھی ان کا حصہ کسی سے کم نہیں مہدویوں نے عام کے اقتصادی مسئلہ کو بھی نہایت خوش اسلوبی سے حل کیا ہے۔ ان کا معاشی حل وہی ہے جس کے لئے ابوذر غفاری اور دیگر بہت سے اصحاب جلاوطنی اور موت کا منه دیه چکے ہیں۔ مہدویہ کے پاس افلاس اور تنگ دستی مٹانے کے لئے ان کا اصول“سویت” اچھا اور معقول تھا۔ وہ ایک ایسی سوسائٹی اور برادری کی نیوڈال رہے تھے جس میں سب برابر ہوں۔ نہ کوئی اونچا اور نه کوئی پست۔ دنیادار کج فہم مولوی ان مہدویوں کے درپے آزار ہو گئے۔ وہ مولوی یہ

بات اچھی طرح جانتے تھے کہ مہدویہ تعلیمات عوام میں ایک حیات تازہ پیدا کر رہی تھی صدیوں کا سویا ہوا انسان ان کی آواز پر جاگ رہا تھا۔ جنونی اور تنگ نظر مولوی یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ ان کے اپنے بنائے ہوئے مذہب اور عقائد کا بھانڈہ ان جانباز مخلص مہدویوں کے ہاتھوں پھوٹ رہا ہے۔ (میڈیول انڈیا مسلم یونیورسٹی)

## مولوی سید احمد دہلوی

فرقہ مہدویہ کے عقائد کا دار و مدار امور ذیل پر ہے

مہدوی مذہب کا معتقد ہونا۔ صدق دل سے توبہ کرنا۔ بغیر ریا کے حُسنِ عمل ذکر دوام عبادت الٰہی، منع سوال، ترک احتیاج، ضرورت سے جو کچھ بچے اس کی خیرات اور پھر آئندہ کے لئے جمع مال و دولت سے احتراز۔ (فرہنگ آصفیہ جلد اول ص۳۲۰)

## خلیق احمد نظامی ایم اے استاد شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی

حقیقت یہ ہے کہ سید محمد جونپوری کی تحریک حالات گرد وپیش کیخلاف ایک زبردست بغاوت کا اعلان تھا۔ مادیت کی وبا ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ شریعت سے انحراف روز بروز ترقی کر رہا تھا۔ علماءنے دین کی بے حرمتی پر کمر باندھی تھی اور سیدھے سادھے انسانوں کو گمراہ کر رہے تھے صوفیہ نے شریعت و طریقت کی تفریق میں اپنی بے راہ روی کا جواز ملاش کر لیا تھا۔ امراءو سلاطین ہنگامہائے ناؤ نوش میں مدہوش تھے۔ اس صورت حال نے سید محمد کے حساس قلب میں کرب و بے چینی پیدا کردی انہوں نے اعلاءکلمہ الحق کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کا فیصلہ کیا۔

حضرت سید محمد جونپوری بانی فرقہ مہدویہ

سید محمد جونپوری بھی جو فرقہ مہدویہ کے بانی ہیں۔ اسی صدی کے پیداوار ہیں۔ مہدویت کے خروج سے نہ صرف ایک نیا فرقہ وجود میں آیا بلکہ اس نے اپنے پیروؤں میں ایک تازہ روح اور دینی جوش پھونک دیا۔ ایک نئی قسم کی رہبانیت کی ترویج کی۔ نئی جماعت بندی ہوئی اور نیا لٹریچر وجود میں آیا ۔ نئے فدائی اور شہداپیداہوے جو عقیدے کی خاطر اپنا جان و مال ہر وقت قربان کر نے کے لئے مستعد تھے قیدو بند قتل و غارت، اخراج اور دنیوی لالچ انہیں اپنے معتقدات سے متزلزل نہیں کر سکتا تھا۔ دنیا ترک کی اور مہدوی کی خاطر طرح طرح کے عذاب سہے۔ مگر اس سے غداری نہیں کی۔

(اورینٹل کالج میگزین بابت ماہ نومبر ۱۹۴۱ء وفردی۱۹۴۱)

## سید اقبال احمد

تاریخ سلطان شرقی اور صوفیائے جونپور

حضرت سید محمد مہدی موعود

اسم گرامی سید محمد اور کنیت ابو القاسم ہے۔ آپ کے والد کا نام سید عبد اللہ تھا۔اور ان کو حکومت شرقیہ کی جانب سے سید خاں کا خطاب دیا گیا تھا۔

مولودی خیرالدین الہ آبادی نے لکھا ہے کہ :۔

پدرش خواجہ عبد اللہ از جانب سلطنت سید خاں خطاب داشت و مادرش آمنہ خاتون کہ خواہر قوام الملک باشد بہ آغاملک مخاطب بود ہر دو مادر و پدراز اجلہ سادات بنی فاطمہ بودند“

ترجمہ:۔ حضرت سید محمد مہدی جونپوری کے والد خواجہ عبد اللہ کو سلطنت شرقیہ کی جانب سے سیدخاں کا خطاب دیا گیا تھا۔ آپ کی والدہ آمنہ خاتون قوام الملک کی بہن تھیں اور آقا ملک ان کا خطاب تھا۔ ماں اور باپ دونوں اکابر سادات بنی فاطمہ زہرہ سے تھے۔

صاحب جونپور نامہ نے آپ کے والد کو حسنی سادات لکھا ہے۔ اور آپکی والدہ کو حسینی سید انی بتلایا ہے۔ لیکن تاریخ سلیمانی میں ہے کہ آپ کے دونوں ماں باپ حسینی تھے۔

شجرہء نسب

ڈاکٹر ”ظہور الحق شارب نے لکھا ہے کہ۔

۱۔ میراں سید محمد (۲) بن سید عبد اللہ عرف سید خان (۳) بن سید عثمان شیرازی (جنکا مزار مبارک محلہ بازار بھواجونپور میں ہے) (۴) سید موسیٰ (۵) بن سید قاسم (۶) بن سید نجم الدین (۷) بن سید عبد اللہ (۸) بن سید یوسف (۹) بن سید یحیٰ (۱۰)بن سید نعمت اللہ (۱۱) سید اسمٰعیل (۱۲) بن امام موسیٰ کاظم (۱۳) بن امام سید جعفر صادق (۱۴) بن امام سید باقر (۱۵) بن امام سید زین العابدین (۱۶) بن سیدنا امام حُسین (۱۷) بن امام الاولیاءسیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

اور آپ کا لقب خاتم الاولیاءالمعروف بہ مہدی موعود تھا۔

تاریخ مذاہب الاسلام میں بھی آپ کا سلسلہ نسب تھوڑے اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔

اس تاریخی حقیقت سے بہر حال کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے کہ آپ صحیح النسب اکابر سادات بنی فاطمہ سے ہیں۔

تاریخ پیدائش

صاحب فرہنگ آصفیہ نے اولیاءہند کے ذیل میں یہ لکھا ہے ”میراں سید محمد جونپوری۔۔۔یہ بزرگ امام موسیٰ کاظم کی بارہویں پشت میں میرسید عبد اللہ عرف بڈھاصاحب متوطن جونپور اور بی بی ایمنہ (آمنہ) کے پیٹ سے ۷۴۸ہج میں بمقام جونپور متولد ہوئے۔

## لقب

سید الاولیاءسید محمد المقلب میراں مہدی بن میر عبد اللہ المعروف (سید) خان کی نسبتش بہ امام موسیٰ کاظم می پیوند۔

ترجمہ:۔ یعنی سید الاولیاءسید محمد المقلب میراں بن میر عبد اللہ المعروف بہ (سید) خاں امام موسیٰ کاظم کی اولاد سے نسبت رکھتے تھے۔

آپ کے والد ماجد سید عبد اللہ سلطنت شرقیہ کے نامور امراءو مشیر سلطنت میں شمار کئے جاتے تھے۔ گزیٹرجونپور میں ہے کہ:۔

سکندر لودی نے حسین شاہ کے قاصد ''میراں سید عبد اللہ میران سید خان سے کہا آپ سادات ہیں آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم تک پہنچتا ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ آپ اپنے مالک کو تنبیہہ کر دیجئے کہ جو گاکو رہا کر نے کے سلسلہ میں ایسے کلمات زبان پر نہ لاویں۔ نیز الیسٹ نے بھی انھیں تاریخ میں حضرت سید عبد اللہ جونپوری کے خطاب کا ذکر کیا ہے۔

ان تمام حوالوں سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ کے اسم گرامی کے ساتھ سید خاں کے الفاظ خطا بیہ ہیں۔ تاریخ داؤدی میں ہے کہ آپ حکومت شرقیہ کے سفیر بھی رہ چکے ہیں۔

صاحب تحفتہ الکرام نے آپ کے ابتدائی حالات کے ضمن میں یوں تحریر کیا ہے:

بسال ہشت صد و چہل و ہفت تولد کردہ ودرہفت سالگی حفظ قرآن نمودہ ودر دواز دہ سالگی جمیع علوم ماہر شد سید العلماءلقب یافت

ترجمہ:۔ یعنی آپ کی ولادت باسعادت ۱۴ / جمادی الاول ۸۴۷ہجری مطابق ۹ستمبر ۱۴۴۲ءہوئی سات سال کی عمر میں انہوں نے قرآن حفظ فرمالیا اور بارہ سال کی عمر میں جمیع علوم میں ماہر ہو کر سید العلماءکا لقب پایا۔

تاریخ میں ہم کو آپ کی پیدائش کے دن کایقین بھی ملتا ہے۔ آپ دوشنبہ کے دن محلہ بازار بھوا میں بعہد آخر ابراہیم شاہ شرقی پیدا ہوئے آپ کے بڑے بھائی کانام سید احمدخضری تھا۔ یہ حضرت شیخ دانیال خضری چشتی جونپوری کے شاگرد رشید تھے اور ولی کامل بھی۔

## سید ہاشمی فریدآبادی

تاریخ مُسلمان پاکستان و بھارت میں علماءو مشائخ کے عنوان کے تحت تحریر کر تے ہیں

نویں صدی ہجری کے علماءظاہر میں تفسیر و حدیث کی بجائے منطق و فلسفہ پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ عملی زندگی کے مسائل کی طرف تو جہ نہیں رہی علم کلام کی باریکیاں اور فقہی موشگافیاں دلچسپی کا سامان بن گئیں۔ اچھے اچھے مولوی اس قسم کی بحثوں میں وقت ضائع کر نے لگے کہ کالی بلی کا جھاگ پاک ہے یا نا

پاک "صوفیہ کی آزادی ، علماءکی ظاہر پرستی اور عوام کے بد عات اور فاسد عقائد کا قوی رد عمل سید محمد جونپوری کی تحریک مہدویت کو سمجھنا چاہیئے جس نے نویں صدی کے نصف آخر میں اسلامی ہند کے اکثر اقطاع میں خاصی ہلچل ڈالدی تھی اس کتاب میں مذہبی خیالات اور نئے تاثرات کے عنوان تحریر کرتے

صوفیوں سے مولویوں کا عہدہ براہونا مشکل تھا۔ وہ اللہ کے ولی مانے جاتے تھے ۔ عجیب عجیب کرامتیں اور خوارق ان سے منسوب تھے۔ معلوم ہوتا تھا خدائی قانون کی باگ ان کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہیں موڑ دیں۔ بارے نویں صدی ہجری کے اوخر میں تحریک مہدویہ نے شریعت ظاہر کی حمایت کا بیڑا اٹھایا۔ علماءبے عمل کی تنقید میں مھدوی صوفیوں سے زیادہ سخت واشد تھے اور زہد و نفس کشی میں بھی اہل صوفۂ سے کم نہ تھے۔ لیکن اس کے ساتھ قرآن و سنت سے خفیف ترین تجاوز جائز نہ رکھتے تھے۔ اسی کتاب میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

"صوفیہ کی آزادی، علماءکی ظاہر پرستی اور عوام کے بد عات اور فاسد عقائد کا قوی رد عمل سید محمد جونپوری کی تحریک مہدویت کو سمجھنا چاہیئے۔ جس نے نویں صدی ہجری کے نصف آخر میں اسلامی ہند کے اکثر اقطاع میں خاصی ہلچل ڈالدی تھی۔ سید موصوف (ولادت ۸۴۷ ہجری وفات ۹۱۰ ہجری) نے مہدی آخرالزماں ہونے کا دعویٰ کیا (تاریخ مسلمانانِ پاکستان و بھارت)

## مولوی خیرالدین محمد صاحب

سید محمد اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ و سلم کے معجزوں میں سے ایک معجزہ تھے جن افراد نے آپ سے اکتساب اور استفادہ کیا ہے۔ ان کا یہ حال ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے ہمیشہ کمر بستہ رہتے ہیں۔امربالمعروف و نہی عن المنکر کے معاملہ میں کسی کی رعایت نہیں کرتے۔ یہ افراد دین کی حمایت و نصرت میں پیش پیش رہتے ہیں آپس میں تقسیم علی السو یہ کر تے ہیں۔ آنے والے کل کے لئے ذخیرہ نہیں کرتے ہاتھ میں تلوار اور سر پر قرآن ان کا متیازی نشان ہے۔فروعی مسائل میں ابو حنیفہ کی تقلید کرتے ہیں۔ لیکن حدیث کی اتباع میں شدت سے کام لیتے ہیں۔ قیاس کو قابل تسلیم نہیں شمار کرتے۔ ان کے سوائے مخلوقِ خداوندی کے سدھار کے اور کوئی کام نہیں ہے۔ یہ لوگ سوائے سید محمد کسی اور مہدی کو تسلیم نہیںکرتے سچ تو یہ ہے کہ ہدایات کی نسبت سے مہدی کا خطاب انہیں کے شایانِ شان ہے۔کہ وہ عامتہ الناس کی ہدایت اور دنیا کی رہبری پر مامور ہیں

میں نے اس عقیدے کے بہت سے لوگوں کو دل بریاں اور چسم گریا حالت میں پایا۔ یہ لوگ سوائے قرآن پاک کے کسی اور سے کوئی کام نہیں رکھتے اور ان کا کام سوائے تدبر و تفکر فی القرآن اور کچھ نہیں۔ ان کا ہتھیار اچھی باتوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہے۔ اور ان کی زینت ہتھیار ہیں۔ خدا ان کی امداد فرامائے

جو محمد صلی اللہ علیہ و سلم کے دین کی مدد کے لئے مستعدد رہتے ہیں (جونپوری نامہ باب پنجم)

## ڈاکٹر سید اطہر عباسی رضوی ایم اے پی ایچ ڈی

مہدویت کی تاریخ میں ایک نیاباب سید محمد جونپوری کے ظہور سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے قبل بہت سے دعویداران مہدیت کسی نہ کسی سیاسی یا اقتصادی تحریک سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت سید محمد جونپوری ہی کہ وہ واحد شخصیت ہے جسے قیام مملکت سے کوئی واسطہ نہ تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو تطہیر دین واحیاءاسلام کے لئے وقف کر دیا تھا۔

سید محمدغیر معمولی فطری صلاحیتوں اور خصوصیات کے مالک تھے آپ نے قدرت کی طرف سے لاثانی حافظہ بھی پایا تھا۔ بارہ سال کی چھوٹی سی عمر میں آپ کے استاد نے آپ کو اسد العلماءکا جلیل القدر خطاب دیا۔ جب آپ نے ابتدائی عمر میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ شروع کیا تو شیخ دانیال جو آپ کے استاد تھے۔ انہیں رشک آنے لگا۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ ایک نوجوان عالم کے حلقہ وعظ و درس میں نہ صرف عوام بلکہ خود بخود جونپور کا والی سلطان حسین شرقی، علماءاور اکابرین شریک ہوتے تھے۔ (سہ ماہی رسالہ میڈیول انڈیا)

## اکبر شاہ خان نجیب آبادی

آخر اس زمانے کے طو فان جہالت اور شرک و بدعت کی ظلمت و ضلالت کو دیکھ کر جو نپور سے سید محمد صاحب جو مہدی جونپوی کے نام سے مشہور ہیں محض کتاب و سنت کی اشاعت پر کمر بستہ ہوئے ان کے دعویء مہدیت کے متعلق آج کل صحیح کیفیت کا معلوم کرنا بے حد دشوار ہے کہ اس کی کیا حقیقت و اصلیت تھی اور ان کے کیا الفاظ تھے اور ان کا کیا مفہوم تھا لیکن اس بات کی متفقہ شہادتیں ان کے مخالفین سے بھی بالتصریح منقول ہیں کہ وہ خود بھی قرآن و حدیث کے بے حد پابند تھے اور ان کی جماعت کے تمام آدمی کتاب و سنت کے سوا کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ نہ تھے۔ انہوں نے جونپور سے لیکر راجپوتانہ ، سندھ، گجرات اور دکن تک کتاب و سنت کی تبلیغ و اشاعت کا کام کیا اور بڑے بڑے سرداروں، فرمانرؤوں اور سپہ سالاروں کو بھی کتاب و سنت کا پابند بنایا۔ ان کے شاگردوں، عقیدت مندوں میں شیخ خضر ناگوری، سید محمود ابن سید محمد مذکور ہیں۔ شیخ عبد اللہ نیازی نے اس سلسلہ اشاعت کتاب و سنت کو جاری رکھا۔ اور آخر میں شیخ علائی بیانوی نے اس خدمت کو سب سے زیادہ جوش و خروش کے ساتہ انجام دیکر اسی کام میں اپنی زندگی کو تمام کردیا ۔ شیخ علائی کے متعلق جب اس زمانے کے مولویوں سے سلیم شاہ ابن شیر شاہ نے فتویٰ طلب کیا تو جس قدر بدعتی مراسم پرست اور دنیا طلب مولوی تھے سب نے شیخ علائی کے کفر اور قتل کا فتویٰ دیا۔ لیکن جوذی علم۔ با خدا اور سمجھدار حضرات تھے انہوں نے شیخ کے اسلام کی تصدیق اور شیخ کے کام کی تائیدو توثیق فرمائی۔ چونکہ اس زمانے میں مولوی نما جاہلوں، بدعتی ملاؤں اور زر پرست جبّہ پوشوں کی کثرت اور علمائے ربانی کا قحط تھا لہذا فتوے گروں کی کثرتِ تعداد اور کتاب و سنت سے

عناد رکھنے والے مراسم پر ستوں کی کوشش نے شیخ علائی کی جان لیکر دم لیا۔ اس کے چند سال بعد خانہ جنگی کی بدولت پٹھانوں کی سلطنت کا تختہ الٹ گیا اور ہمایوں نے جوایران کے شیعوں کا ممنون منت بنکر اور بہت سے شیعہ سردار ہمراہ لے کر واپس آیا اور ہندوستان میں مغلیہ سلطنت کی بنیاد قائم کی۔

(تاریخ زوال ملت اسلامیہ صفحہ۱۴۶۔۱۴۷) ناشر: الحسنات رام پور (یوپی)

## دور حاضر کے نامور مورخ و محقق شیخ محمد اکرم

مہدوی تحریک کے بانی سید محمد جونپوری ۱۴۴۳ئ میں پیدا ہوئے دوست دشمن گواہ ہیں کہ وہ ظاہری اور باطنی علوم میں اپنی مثال آپ تھے آپ کے مرشد شیخ دانیال چشتی جونپوری اور دوسرے علماءجونپور نے آپ کو نوجوانی میں ہی اسدالعلماءکا خطاب دے رکھا تھا۔

مہدویہ جماعت کی ایک خصوصیت تو سید محمد جونپوری کے دعاوی پر ایمان ہے۔ لیکن اس کے علاوہ بھی بعض چیزیں انہیں نمایا کرتی ہیں۔ مہدویوں کا عقیدہ ہے کہ فرائض و واجباتِ قرانی دو قسم کے ہیں پہلی قسم میں وہ احکام شامل ہیں جن کا تعلق نبوت اور شریعت سے ہے۔ ان احکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے بہ لسانِ شریعت مفصل بیان فرمادیا۔ دوسری قسم میں وہ احکام ہیں جن کا تعلق خاص ولایت محمد یہ سے ہے۔ اب مشیت الٰہی کو منظور ہوا کہ ان احکام کی بھی تبلیغ ہو جائے۔ لہٰذا حضرت سید محمد مہدی موعود مبعوث ہوئے جو دافع ہلاکتِ اُمتِ محمدیہ اور ناصر شریعت محمدی و مبلغ احکام ولایت محمدی ہیں۔

مہدوی مشاہیر میں سے شیخ علائی کا ذکر ہم خاندان سور کی تاریخ کے ضمن میں کریں گے۔ لیکن دسویں صدی ہجری میں مہدویت کی اہمیت فقط مہدوی اکابر کے ناموں سے جانچی نہیں جاسکتی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مہدی جونپوری کا نام تمام بر صغیر میں گونج رہا تھا۔ اور تمام اہل الرائے یا اس کے شدت سے مخالف تھے یا معتقد۔ کئی لوگ ایسے تھے جو مہدوی عقیدہ اختیار کئے بغیر احیائے دین کی اس فضا سے متاثر ہوئے جو اس تحریک نے پیدا کی۔

مہدویت کی تنظیم و اشاعت کا بڑا ذریعہ ان کے دائرے تھے جو مختلف مقامات پر قائم ہوئے۔ ان میں یہ لوگ مل کے رہتے۔ جو کچھ ایک کے پاس ہوتا ۔ سب میں برابر برابر بانٹ دیا جاتا۔ شرع کی سختی سے پابندی ہوتی سب مل کر ذکر میں شریک ہوتے۔ جس پر بڑازور دیا جاتا تھا۔ جماعت کا نظام بڑا سخت تھا۔

حضرت محمد جونپوری فقط ایک عالم نہ تھے بلکہ پہلو میں ایک حساس دل اور منہ میں ایک پُر تاثیر زبان بھی رکھتے تھے وہ شرع کی پابندی پر بڑا زور دیتے تھے۔ اور جہاں کہیں کوئی بات خلاف شرع دیکھتے تھے روک دیتے تھے۔ کئی نیک اور مخلص لوگ اس جماعت میں شریک ہو گئے اور بعض جو مہدی جونپوری سے قائل نہیں تھے وہ بھی مہدویوں کے طریقوں کی قدر و منزلت کر تے تھے۔ کئی

مشہور و معروف اور باثر علماءنے مہدوی طریقہ اختیار کیا۔ مہدویوں کی خصوصیات سید محمد جونپوری کے معتقد ہو نے کے علاوہ یہ تھیں کہ وہ قیامت کا ہر وقت انتظار کرتے تھے۔ اور وہ دنیا کی ناپائداری پر زور دیتے تھے ان میں سے اکثر نے اپنا مال و اسباب غربا میں بانٹ کر بڑی متوکلانہ زندگی اختیار کی تھی۔ (رود کوثر صفحہ ۲۵ تا ۳۰)

## میر شیر علی قانع اپنی تصنیف تحفتہ الکرام

حضرت سید محمد جونپوری صرف لفظی دعویٰ کر نے والوں میں نہیں تھے بلکہ صاحب حال و صاحب ولایت بھی تھے۔ وہ سید الاولیاءتھے بہت سے اہل اللہ نے آپکی بیعت و ارادت کے بعد وہ درجہ و مقام حاصل کیا جو انہیں حاصل کرناچاہیئے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی

حضرت سید محمد جونپوری نے ہندوستان میں ببانگ دہل دعوےء مہدویت کیا۔ دکن اور راجپوتانہ کے افغانوں کی ایک کثیر جماعت نے خود کو مہدویہ کا لقب دیکر ان کی پیروی کی اور کسی نے بھی ان کے دعوے پر انہیں قتل کیا ور نہ روکا۔ (حفہء اثنا عشری صفحہ ۲۷۰)

## مولانا ابو الکلام آزاد

اسلام کی تعلیم کا اصل عملی دور مہدویہ جماعت نے شروع کیا۔ در اصل یہ ابتدائی زمانہ تھا ۔ جو افسوس ہے کہ بہت جلد ختم ہو گیا۔ مہدویت اور امر بالمعروف کے حکم سے کوئی باہر نہ تھے۔ ہر مہدوی یقین کر تا تھا کہ وہ مسلم ہے اس لئے دنیا میں خدا کا قائم مقام اور اس کا نائب۔ پس دنیا کی ہر چیز اور ہر عمل کو اپنی آنکہ سے نہیں بلکہ خدا کی آنکہ سے دیکھتا تھا۔ اور اپنی خواہشوں پر "مرضات اللہ" کو مقدم رکھتا تھا۔

اس زمانے میں وہ ہزاروں انسان نظر آتے ہیں جو حق کے اعلان کی خاطر اپنے تمام عزیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور اللہ کی راہ میں ان سخت سے سخت مظٓلم کو ہنسی خوشی برداشت کر تے ہیں جو باطل کے پرستاروں کے ہاتھوں ان کو جھیلنے پڑتے ہیں۔

امربالمعروف کا نشو ونما رک گیا تھا اور اس کی قوت ضعیف سے ضعیف تر ہوگئی تھی لیکن مہدویوں نے اپنے حدود میں اس اصول کی روح جس قوت کے ساتہ پھونک دی تھی کہ اس کی ہلاکت کے لئے ایک مدت جدید درکار تھی آپ کو صدہا اشخاص نظر آئیں گے جن کو تخت کی عظمت و شوکت بھی مرعوب نہ کرسکی۔ اور اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھ کر انہوں نے امر حق کا اعلان کیا۔ (صدائے حق صفحہ ۵۳)

## پروفیسر حافظ محمود شیرانی ( مقالہ مہدویہ دائرے)

سید محمد کے بعد مہدوی فرقہ ان کے خلفاءو دیگر تابعین کی مساعی سے برابر ترقی کرتا رہا۔ خصوصاً شیخ علائی کے ذریعہ سے جو ایک بڑی جوشیلی طبیعت اور تیز زبان کے بزرگ تھے۔ اسلام شاہ کے عہد میں ۹۰۰ ہجری (۱۵۴۸ عیسوی) میں شہید ہوئے۔ جمال خان مہدوی کے اثر میں نظام شاہی خاندان کا چھٹا بادشاہ سماعیل بن برہان نظام شاہ ثانی (۷۹۹مطابق ۸۸۵۱) مذہب مہدویہ اختیار کر لیا۔ اس زمانے میں مہدوی فرقہ کو بڑا فروغ ہوا۔

فی زمانہ اس فرقہ کی تعداد لاکھوں تک پہنچی ہوگی۔ گجرات تو گویا اس جماعت کا زاد و بوم ہے۔ اس لئے گجرات اور بمبئی احاطہ میں بڑی تعداد میں موجود ہیں راجپوتانہ اور ممالک متوسطہ میں ان کی متعدد بستیاں ملتی ہیں۔ ریاست پالن پور کا مذہب کئی پشتوں سے مہدوی ہے۔ او راس کے علاقہ میں ہزاروں مہدوی آباد ہیں۔ مدراس پریسیڈنسی۔ دکن و کرناٹک، مرہٹہ و تلنگانہ اور ملبار و غیرہ علاقوں میں بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ (اور ینٹل کالج میگزین لاہوں)

## نظام الدین احمد بخشی صاحب طبقات اکبری (دائرہ مہدویہ)

شیخ عبد اللہ نیازی جو شیخ سلیم چشتی کے مشہور خلیفہ تھے مکہ معظمہ سے واپس آئے اور طریق مہدویہ اختیار کر کے بیانہ میں مقیم ہوئے۔ شیخ علائی کو ان کی وضع پسند آئی اپنے آباءو اجداد کے طریقے کو چھوڑ کر مہدوی طریقہ پر تبلیغ کر تے تھے۔ مہدوی گروہ کے طریقہ پر شہر کے باہر شیخ عبد اللہ کی ہمسایگی میں سکونت اختیار کی اور اپنے احباب اور ساتھیوں کے ساتھ بطریق تجرد زندگی بسر کرتے تھے۔ روزانہ نماز کے وقت قرآن مجید کی اس طرح تفسیر کر تے تھے کہ جو شخص ان کی مجلس میں داخل ہوتا اپنے کاروبار اور اہل و عیال کو چھوڑ کردائرہ مہدویہ میں داخل ہوجاتا یا معاصی سے تائب ہو کر حضرت سید محمد کے لئے لوگوں کو مرید کرتا۔ اور اگر زراعت یا تجارت کر تا تو عشر یعنی دسواں حصہ اللہ کی راہ میں صرف کرتا۔ پس اس طرح ہوگیا کہ باپ بیٹے سے اور بیوی شوہر سے جدا ہو کر فقروفنا کا طریقہ اختیار کر تے۔ نذر اور فتوح جو کچھ بھی آتی آپس میں برابر برابر تقسیم کر لیتے کوئی۔ چیز مہیا نہ ہوتی تو دو دو۔ تین تین دن فاقہ مین بسر کر تے لیکن اس کا اظہار نہیں کرتے۔ اور پاس انفاس میں اپنا وقت بسر کرتے تھے۔ شہر اور بازار میں اگر کوئی بات خلاف شرع دیکھتے تو پہلے نرمی سے منع کر تے اور اگر اس سے کام نہ چلتا تو جبراً اور قہراً اس نامشروع کو روک دیتے۔ شہر کے حکام میں جوان کے موافق ہوتے تو ان کی مد دکرتے۔ اور جو انکا مخالف ہوتا۔ اسمیں اتنی جرائت نہ ہوتی کہ انکا مقابلہ کرتا۔ (طبقاتِ اکبری ۲۳۷)

# ملا عبد القادر بدایونی ( شیخ علائی کا دائرہ)

یوں بیان کرتے

شیخ علائی نے جب شیخ عبد اللہ نیازی کی روش دیکھی تو بہت پسند کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دین و ایمان یہ ہے۔ اور وہ طریقہ جس میں ہم گرفتا رہیں بت پرستی اور زناداری کے سوا کچھ نہیں۔

اپنے آباءو اجداد کے طریقہ کو ترک کر کے اور اپنی شیخیت اور مقتدائی کی دوکان درہم برہم کر کے اور غرور و پندار کو ٹھکرا کر اپنے اقربا کی دلجوئی میں کوشش کی اور عاجزی سے ان لوگوں کے سامنے جوتیاں جوڑتے جنہیں انہوں نے آزر دہ کیا تھا۔ مددمعاش، خانقاہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ او رترک و تجرید کا راستہ اختیار کیا۔ تمام اسباب دنیوی یہاں تک کہ کتابیں بھی غریبوں میں تقسیم کردیں۔

شیخ عبد اللہ سے مہدویوں کے طریقہ پر ذکر کی تلقین پائی۔ کلام اللہ کے معانی ۔ اس کے نکات، حقائق اور دقائق آسانی سے ان پر منکشف ہوگئے۔ ان کے ساتھیوں کی ایک کثیر جماعت ان کی صحبت دل و جان سے اختیار کر کے سلوک کا راستہ توکل سے طے کیا۔ تین سو گھر انے بغیر کسی کسب و تجارت کے زندگی بسر کرتے تھے۔ جو کچھ غیب سے پہنچ جاتا سب پر بطریق سویت تقسیم کرتے۔ اگر بھوک سے مربھی جاتے تو دم نہ مارتے مہدویوں کے طریقہ پر اگر کوئی شخص کسب کرتا تو عشر یعنی دس واں حصہ اللہ کی راہ میں صرف کرتا ۔ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد سب دائرہ میں جمع ہو کر بیان قرآن سنتے۔ شیخ علائی کے بیان میں وتاثیر تھی کہ جو شخص ان سے تفسیر قرآن سنتا تو اکثر دنیوی کاروبار سے کنارہ کش ہو کر ان کی صحبت اختیار کر تا۔ فقر و فاقہ اور مجاہدہ پر صبر کرتا۔ اور اگر اس کی ہمت نہ ہوتی تو کم از کم معاصی و مناہی سے توبہ کرلیتا۔ بہت سے لوگ دیکھنے میں آئے جو رات کو برتن خالی کر کے اوندھے رکھدیتے۔ خداوند تعالیٰ کی رزاقی پر انتہا درجہ کا اعتماد ہونے کی وجہ سے اسباب معشیت میں سے کوئی چیز اپنے ساتھ نہ رکھتے ان کا دستور العمل یہ تھا“ روز نو کے ساتھ روزی نو” اس جماعت کے حالات میں نے نجات الرشید میں لکھے ہیں۔ اس میں دیکھنا چاہیئے۔ اس کے باوجود مخالفوں کی مدافعت کیلئے اسلحہ اور آلات حرب ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے اگر کوئی ان کی حقیقت کار سے مطلع نہ ہوتا تو وہ یہ خیال کرتا کہ یہ لوگ اغنیاءہیں۔ جاہل انہیں بے سوالی کی وجہ سے غنی سمجھتا۔ شہر اور بازار میں جہاں کہیں کوئی امر خلاف شرع دیکھتے تو جبراً اور قہراً اس کو روکتے اور حاکم کی پروانہ کرتے۔ شہر کے حکام میں سے جوان کے مذہب اور شرب کے موافق ہوتا تو ان کی امداد کر تا اور جوان کا مخالف ہوتا تو ان کی مقادمت کی تاب نہ لاتا۔ نوبت یہاں تک پہینچ گئی کہ باپ بیٹے سے، بھائی بھائی سے اور شوہر بیوی سے جدا ہو کر دائرہ مہدویہ میں داخل ہوتا اور فقر و فنا کا طریقہ اختیار کرتا۔ (منتخب التواریخ جلد اول صفحہ ۶۹۳ تا ۸۹۳)

ملا عبد الباقی نہاوندی (دائرہ مہدویہ)

شیخ علائی کو جب شیخ عبد اللہ نیازی کا طریقہ پسند آیا تو اس پر فریفتہ ہو گئے۔ اپنے آباءو اجداد کا طریقہ چھوڑ کر طریقۂ مہدویہ اختیار کر لیا۔ شہر کے باہر شیخ عبد اللہ کے دائرہ کے متصل اپنا دائرہ قائم کر کے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ متوکلانہ زندگی بسر کر تے تھے۔ روزانہ دو رمرتبہ بیان قرآن کر تے تھے۔ ان کا بیان ایسا موثر ہو تا تھا کہ جو شخص سن لیتا مہدوی ہو جاتا تھا۔ اور اکثر ایسا ہوا کہ بیٹا باپ سے اور بیوی شوہر سے جدا ہو کر ان کی جماعت میں داخل ہو گئے اور فقر و فنا کا طریقہ اختیار کیا۔ نذر اور تحفے جو کچھ بھی آتے چھوٹے بڑوں میں برابر تقسیم ہو جاتے۔ اگر کچھ نہ آتا تو تین تین دن فاقہ گزار دیتے۔ کسی کو ظاہر نہ کر تے۔ پاس انفاس میں تمام وقت بسر کر تے ہر قسم کے اسلحہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ شہر اور بازار میں اگر کوئی امر مخالف شرع دیکھتے تو پہلے نرمی اور ملائمت سے پیش آتے اگر کام نہ چلتا تو قہراً اور جبراً اس امر غیر مشروع کو روک دیتے۔ حکام شریعت جو ان کے موافق ہوتے ان کی مدد کرتے۔ اور جو ان کا مخالف ہوتا تو ان کے مقابلہ کی تاب نہ لاتا۔

(مآثررحیمی صفحہ ۶۳۸)

## ڈاکٹر اطہر عباس رضوی پروفیسر تاریخ
## مسلم یونیور سٹی علی گڈھ

اپنے ایک مقالہ میں لکھتے ہیں

دسویں صدی ہجری کی ابتدا میں مہدویہ تحریک ہندو پاک کے گوشے گوشے میں پہنچ گئی تھی۔ مہدوی جانباز جو شیلے مبلغ چھوٹی چھوٹی آبادیوں میں گھوم کر اپنے مسلک کی اشاعت کر رہے تھے۔ بر صغیر میں مہدوی دائرے تیزی سے پھیلنے لگے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ہر جگہ سے اُن کو نکال دیا جاتا تھا اس طرح یہ دائرے ہمیشہ ہجرت میں رہتے تھے، اور جگہ جگہ اپنے اصول طریقت کی اشاعت کرنے کا ان کو اچھا موقع ہاتھ آجاتا رہا۔ سید محمد کے فدائیوں نے ہندوستان بھر میں مہدوی دائروں کا جال بچھادیا۔ مہدی کی تعلیمات براہ راست عوام تک پہنچنے لگی۔ اور مہدویت کی اشاعت، اس جماعت کی بے لوثی، صداقت کے نمونے اور مثالی زندگی سے ہوتی رہی۔ ان دائروں کی مثال زندگی دیکھ کر عوام جوق در جوق ان میں شامل ہوتے رہے۔ (میڈیول انڈیا مسلم یونیورسٹی علی گڈھ)

## ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد (مولانا عبد الکلام آزاد فکروفن)

اکبر لامذہبی کی لعنت میں مبتلا ہو کر اسلام اور مسلمانوں کا تمسخر اڑانے لگا اور اس کے دنیا پرست مصاحبوں نے اس کی تائید کی۔ ملا عبد القادر بدایونی اور چند حضرات ایسے تھے جو اکبر اور اس کے مصاحبوں کی نالائقی کا اظہار کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ یہ کتاب و سنت کی اسی اشاعت و تعلیم کا نتیجہ تھا جو سید محمد جونپوری اور شیخ علائی کے ذریعہ لوگوں کو دی جاچکی تھی۔

ملا عبد القادر بدایونی نے خود شیخ علائی کو دیکھا تھا۔ ان کے باپ سید محمد جونپوری اور شیخ علائی کے معتقد تھے۔ ملا صاحب کے استاد ملا مبارک بھی اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ (مولانا ابوالکلام آزاد فکر و فن ۱۴۵)

## پروفیسر سید ابو ظفر ندوی صاحب (مہدویہ عقائد)

راقم الحروف کی ملاقات ان (مہدویوں ) سے بارہا ہوئی۔ احمدآباد۔پالن پور، میسور، چن پٹن وغیرہ میں ان کو سنجیدہ اور امن پسند پایا البتہ عقائد میں سخت ہیں۔ دنیا میں رویت باری کے قائل ہیں

۲۷ / رمضان کو شب قدر یقینی جانتے ہیں۔ بعد عشا تسبیح ''لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ، (اللہ اِلٰھُنا محمد نَبِیُّنا)، القرآن والمھدی امامنا اٰمنا و صدقنا'' کی پڑھتے ہیں۔ باقی تمام عقائد بالکل اہل سنت کی طرح ہیں چند فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ ترکِ دنیا۔ صبر و توکل، افضل ترین زندگی سمجھتے ہیں۔ میں نے ان کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔ ان کی تعلیمات کا زور تعمیل سنت اور تصوفانہ عقائد پر ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ بعد نماز یہ لوگ دعا نہیں مانگتے، مگر افضل ان کے یہاں یہ ہے کہ سجدہ میں جاکر دعا مانگیں اور اس سے دیکھنے والوں کو یہ خیال گزر تا ہے کہ سجدہ تو کیا مگر دعا نہیں مانگی۔ (تاریخ اولیائے گجرات مطبع حمایت اسلام پریس لاہور)

## ملا عبد القادر بدایونی

مہدویہ کے بہت سے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں۔ میں نے ان کے پسند یدہ اخلاق اور ان کے پسندیدہ اوصاف کو فقر و فنا میں مرتبہ عالی پر پایا۔ اگر چہ انہوں نے علم رسمی حاصل نہیں کیا تھا۔ لیکن قرآن کا بیان اور اس کے اشارات حقائق کی باریک باتیں اور معرفت کے لطیف نکات ان سے اس قدر سنتے ہیں کہ اگر ان میں سے کچھ مجمل طور پر قید کتابت میں لانا چاہیں تو اور ایک تذکرۃ الاولیاءلکھنا چاہیئے۔ (نجات الرشید)

## خواجہ عباد اللہ اختر ( مشاہیر اسلام بعنوان المہدی)

ہمارا ہیرو سید محمد متعصب مورخین نے اس کے دعوے مہدیت کو باطل ثابت کرنے کے لئے اس کی سیادت سے انکار کیا ہے لیکن معتبر مورخین کی شہادت سے ان کی کافی تردید ہوتی ہے۔ ابو القاسم فرشتہ۔ علامہ ابوالفضل مولف آئین اکبری۔ اور سید غیاث الدین مصنف سیرالمتاخیرین نے صاف صاف الفاظ میں میر سید محمد جونپوری لکھا ہے۔ اول الذکر دومورخین یعنی فرشتہ و ابوالفضل اگر چہ محمدکے ہمعصر نہیں تھے۔ لیکن محمد کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہوا تھا۔ چونکہ ان مورخین نے جو کچھ لکھا نہایت تحقیق سے لکھا ہے اس لئے کچھ شک و شبہ نہیں کہ محمد صحیح النسب سید تھا۔

محمد کا نام بھی المہدی کا جزولانیفک ہے۔ ایک اور پیشین گوئی سے ظاہر ہوتا ہے کہ المہدی کا نام محمد ہوگا۔ چنانچہ لکھا ہے ۔ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ و سلم قال المھدی رجل مِن اھل بیتی یواطی اسمہ اسمی (ترمذی صفحہ 351 ) الغرض

محمد کے حسب و نسب اور نام دعویٰ مہدیت کے بہت کچھ موید ہوئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہر کسے رابہر کار ے ساختند دنیا میں اللہ تعالیٰ کی بیشمار مخلوق میں خاص خاص آدمی ایسے برگزیدہ ہوئے ہیں۔ جنھیں نیچر کسی خاص کام کے لئے انتخاب کرتی ہے۔ اور اس امر کا ثبوت ان بزرگوں کے کار نامے ہیں جو تواریخ کے صفحات پر ہمیشہ یاد گار زمانہ رہیں گے۔ ان کے دل و دماغ کی سَاخت ہی کچھ انوکھی ہوتی ہے۔ اور ان کی ہر حرکت سے ان کی آئندہ زندگی کا پتہ چلتاہے۔ یہی لوگ ہیں۔ جنھوں نے دنیا میں بڑے بڑے کام کئے۔ اور یہی وہ الوالعزم آدمی ہیں جنھیں ہم ہیرو کہتے ہیں ان میں سے محمد بھی ایک تھا۔ چار سال کا بچہ تھا۔ باپ شیخ دانیا کی خدمت میں لے کر حاضر ہوا۔ رسم تسمیہ خوانی ادا ہوئی تو اشراف داعیان جونپور کو پر تکلف دعوت دی۔ سات سال کی عمر میں قرآن شریف حفظ کیا۔ بارہ سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت حاصل کی۔ اس چھوٹی سی عمر میں یہ حال تھا کہ بڑے بڑے بوڑھے باتیں سُن سن کر حیران ہوتے تھے۔ چوں کہ موشگافی و قائق علمیہ میں دلیر اور مباحثہ میں شیر تھا شیخ دانیال رحمتہ اللہ علیہ اور علماءوقت اسے اسد العماءکہتے تھے۔ علوم ظاہری سے کچھ تسلی و تشفی نہ ہوئی۔ تو سلسلہ چشتیہ میں شیخ دانیال کے ہاتھ پر بیعت کی جو انی کا عالم تھا۔ ظاہر تو علوم مروّجہ سے آراستہ ہی تھا۔ اب تصوف وزہد و تقویٰ نے باطن کو پیراستہ کردیا۔ نور "علیٰ نور" تھا۔ عوام الناس جوق جوق زیارت کو آتے اور بطیب خاطر حلقہ ارادت میں داخل ہوتے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہونچ گئی۔ عالم شباب میں بزرگی کا شہرہ دور ونزدیک ہوگیا۔ معلوم نہیں اس شخص میں کیا قوت مقناطیسی تھی کہ ہر ایک شخص جو نام سن لیتا خود بخود کھچا چلا آتا اور جو ایک دفعہ دیکھ پاتا۔ گرویدہ ہوجاتا۔ کلام میں جادو ایسا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مجلس وعظ میں تمام حاضرین دَم بخودبیٹھے ہوئے نظر آتے تھے۔ اور اہلِ دل تو وجد میں آجاتے۔ نوجوان عالم و فاضل اور صوفی مشرب سید ساآتش بیان شخص اس وقت مرجع خلائق ہورہا تھا۔ نہ صرف مسلمان اس کے ہاتھ پر بیعت کر تے بلکہ، ہندو بطیب خاطر اسلام قبول کرتے۔

سلطان حسین (شرقی) کا ارادت میں داخل ہونا ایک ایسا واقعہ تھا کہ جس کا اثر اس ہندوریاست (گوڑ) میں بہت کچھ مفید مطلب ہوا ۔ عوام الناس جس عزت اور وقعت کی نظر سے سید محمد کو دیکھتے تھے۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ مسلمان تو اسے قطب وقت سمجھتے تھے۔ اور ہندو کوئی بڑادیوتا خیال کرتے تھے ہم اِن واقعات کو بالتفصیل بیان کرنا نہیں چاہتے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ میں اس کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ جو اس قدر راسخ الاعتقاد تھے کہ سید کے اشارہ پر پسینہ کی جگہ خون بہانے کو تیار تھے نہایت قابل تعریف امر جواس وقت سید کے ابتدائی حالات میں بیان کیا جا سکتا ہے یہ ہے باوجود اِس کے کہ سلاطین اسلام کی شرف ملازمت کے خواہاں تھے۔ اور دعوت دیتے تھے کہ ان کی ریاست میں قیام اختیار فرمائیں۔ مگر ہمارے ہیرو نے دنیاوی حشمت کو کبھی آنکھ بھر کر نہیں دیکھا۔ اس کی پوشش اور خورش فقیرانہ تھی۔ اور اس کی ہر حرکت سے انکسار اور درویشی کا اظہار ہوتا تھا۔ مگر اس وقت جب وہ کھڑا ہو کر ہزارہا لوگوں کے درمیان کھڑا ہو کر پڑھتا۔ ایک فوق العادت جلال اس

کے چہرہ پر ظاہر ہوتا جس کا رعب ناظرین کے دلوں پر خود بخود بیٹھ جاتا ہر ایک لفظ جو اس کے مونہ سے نکلتا۔ دلی کیفیتوں کا اظہار ہوتا جو اس کے بے لوث ضمیر کا عکس تھا۔ اور اس لئے سامعین کے دلوں پر ایک گہرا نقش کرتا۔ اس کے طریق عمل پر کبھی کسی شخص نے اعتراض نہیں کیا۔ اور زاہد خشک بھی معترف تھے کہ سید محمد سے بڑھ کر فی زمانہ کوئی شخص متشرع زندگی بسر کرنیوالا نہ ملے گا۔ اس وقت اسے صرف ایک ہی دھن لگی ہوئی تھی وہ یہ کہ کم از کم ہندوستان کو کفر و شرک سے پاک کیا جائے اس نے جہاں مسلمان بادشاہوں کو شرع کی پابندی اور اشاعت اسلام میں سعی اور راہ خدا میں جہاد کرنے کے لئےنامےلکھے۔ ہندو راجاؤں کو بھی دعوت اسلام دی ان میں سے ایک دلیپ رائے بھی تھا۔ موخرالذکر کی طرف سے جو کچھ اسے جواب ملا وہ کسِیریٰ کا جواب تھا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ملاتھا۔

واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ سید محمد کو ہوس ملک گیری اور خواہش حکومت نہ تھی ۔ بلکہ دنیاوی جاہ و جلال سے اسے دلی نفرت تھی فقیرانہ وضع میں سادگی کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتا تھا۔ گوشہ نشینی اس کےمشن کے بر خلاف امر تھا۔ اس لئے اس نے کبھی ایک جگہ قیام نہیں کیا مگر زہد و تقویٰ کی مثال اس زمانہ میں اس سے بڑھ کر نہیں مل سکتی تھی۔ اس کے ذرہ سے اشارے پر جملہ سامان عیش مہیا ہو سکتے تھے۔ اور اس کی خواہش ہوتی تو وہ بے انتہا مال و دولت جمع کر سکتا تھا۔ وہ خود مختار بادشاہ بن سکتا تھا۔ مگر نہیں اس کے دل میں اس قسم کی خواہشات کبھی پیدا نہیں ہوئیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بارہ برس تک سید بحالت جذب رہا۔ اگر چہ اس زمانہ کے واقعات کسیقدر مبالغہ کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں۔ اور ان کے ضمن میں سید کی کرامات اور خوراق کا بہت کچھ تذکرہ کیا جاتاہے لیکن ہم انھیں نظر انداز کرتے ہیں مگر اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ اس وقت سید پر غیر معمولی تغیرواقع ہورہا تھا جو اکثر اہل اللہ کے تذکروں میں بیان کیا جاتا ہے اس پر ایک عالم محویت طاری تھا۔ اور اکثر اوقات سے وہ دنیا اور مافیہا سے بے خبر رہتا۔ اس حالت سکر و مدہوشی میں اس کے مونہ سے جو کچھ کلمے نکلتے ان کا مطلب کوئی نہ سمجھ سکتا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب مراحل سلوک طے کر رہا تھا۔ اور ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس پر کیا کیا حالات وارد ہو رہے تھے۔ اور کیاانوار تجلی تھے کن کن مقامات سے گذرا اور کس طرح عروج و نزول کیا۔ اس وقت معمول سے زیادہ اس کے دروازہ پر لوگوں کا اژدہام ہوتا۔ لیکن وہ ہر ایک سے بیگانہ تھا۔ بارہ برس کا عرصہ اس طرح گذر گیا۔ آخر اس نے عالم لاہوت سے ناسوت کی طرف نزول کیا اور پھر وعظ و نصیحت کا دروازہ کھول دیا۔ انتہیٰ۔